عمران سیریز نمبر 91

بیچارہ شہ زور

(تیسرا حصہ)

پیشرس

"بیچارہ شہزور" حاضر ہے! اس کہانی کے سلسلے میں بے شمار تجاویز موصول ہوئی تھیں۔ کسی نے لکھا تھا علامہ مظلوم ہے اس لئے مصنف کا فرض ہے کہ اُسے کسی غیر ملک کی طرف فرار ہو جانے میں مدد دے۔ کوئی رقم طراز ہے کہ ایسے کسی موضوع پر قلم ہی اٹھانے کی کیا ضرورت تھی... غرضیکہ جتنے منہ اتنی باتیں۔ سوال یہ ہے کہ میں اس موضوع پر قلم کیوں نہ اٹھاتا۔

عالم بالا سے پلاٹ نہیں ٹپکتے اسی زمین پر جنم لیتے ہیں اور زمین پر جو کچھ ہوتا ہے اُسی سے متعلق لکھوں گا۔ کسی جاگیر دار کے مظالم کی داستان سن کر یہ پلاٹ ترتیب دیا تھا... اس قسم کے مظالم کا انجام کیا ہو سکتا ہے۔ علامہ دہشت اس کی ایک ممکنہ صورت ہے۔ ہر چند کہ جاگیر دار کے جرم اور قانون کے محافظوں کی چشم پوشی نے اُسے ایک بہت بڑا مجرم بنا دیا تھا۔ لیکن قانون بہر حال اپنی جگہ پر اٹل ہے! ... مجرم کو سزا ضرور ملے گی خواہ دوسروں کے لئے وہ کتنا ہی قابل رحم کیوں نہ ہو...! فلمی انداز میں نہ سوچئے کہ "جج صاحب! یہ مجرم نہیں ہے بلکہ وہ معاشرہ مجرم ہے جس میں اس نے جنم لیا ہے...!"

بیچارے فلمی جج صاحب کو توفیق نہیں ہوتی کہ وہ وکیل صاحب سے پوچھیں "کیا یہ معاشرہ آسمان سے ٹپکا ہے۔"

تو میرے بھائی! آخر ہم جذبہ 'انتقام' کی تہذیب کیوں نہیں کرتے۔ ہم ایک ایسا معاشرہ کیوں نہیں تشکیل دیتے جس میں مجرم خانوں کے لئے کوئی گنجائش نہ ہو! آخر فلمی قسم کے ہوائی قلعے کب تک.. بیچارے علامہ کا فرار ہوائی قلعے سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔ اور نہ فلمی قسم کے ڈائیلاگ "جاگیردار" کے مظالم سے نجات دلا سکتے ہیں۔

کہانی کے اختتام پر ہنسنے ہنسانے کا موڈ ختم ہو چکا ہے کیونکہ علامہ کے انجام پر میں بھی دکھی ہوں، آپ بھی اگر پیشرس پڑھ کر مسکرا نہیں سکے تو کہانی ختم کرنے کے بعد آپ کو اس پر افسوس نہیں ہوگا۔ مجھے یقین ہے۔!

احمد پور شرقیہ سے ایک بھتیجے نے کسی اخبار کا تراشہ بھیجا ہے جس میں "لمحہ بہ لمحہ" کے نام سے فریدی اور حمید کی پیروڈی کی گئی ہے! انہوں نے پوچھا ہے کہ یہ کیا چیز ہے؟ اسے خاکہ اڑانا کہتے ہیں بھتیجے! لیکن مجھے افسوس ہے کہ پیروڈی لکھنے والے میں پھکڑپن بھی پیدا ہو گیا ہے۔ انہیں چاہئے کہ پیروڈی لکھنے کے لئے اردو میں شفیق الرحمان اور انگریزی میں اسٹیفن لیکاک کو پڑھیں۔ (اپنی لکھی ہوئی پیروڈیز کی بھی سفارش کر سکتا ہوں) انشاء اللہ انہیں پیروڈی لکھنے کا سلیقہ ہو جائے گا۔"

ابنِ صفی

۲۵/اپریل ۱۹۷۶ء

◆

شاید قصبہ جھریام کی تاریخ میں پہلا واقعہ تھا کہ کسی سفید فام خاتون نے اس کی حدود میں قدم رکھا تھا۔ جولیانا فٹز واٹر جدھر سے بھی گزرتی تماشہ بن جاتی۔... ہر چند کہ فرحانہ جاوید اسے پسند نہیں کرتی تھی۔ لیکن میاں توقیر محمد کے مشورے کے مطابق اس نے اپنی ایک طالبہ جولیا کے حوالے کر دی تھی تاکہ وہ اس کے لئے مترجم کے فرائض انجام دیتی رہے۔ اس لڑکی کا نام سائرہ تھا۔ شوخ و چنچل اور اسمارٹ تھی۔ زبان رکنے کا نام نہیں لیتی تھی۔

دونوں ناشتہ کر کے نکل جاتیں اور لنچ کے وقت تک مقامی عورتوں سے گفتگو کرتی پھرتیں۔ میاں توقیر محمد کی مہمان ہونے کی وجہ سے قصبے کے انتہائی قدامت پسند گھرانوں میں بھی ان کا گزر ہو گیا تھا۔ ورنہ یہاں تو ایسے افراد بھی موجود تھے جو بے پردہ خواتین سے اپنی خواتین کا پردہ کراتے تھے۔ قصبے کی کمین عورتوں سے بھی ان کا پردہ تھا۔

بہر حال! میاں توقیر محمد کی مہمانوں کو اپنا کام جاری رکھنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی تھی۔

پچھلے دنوں فرحانہ جاوید تھکن کا بہانہ کر کے حویلی سے باہر نہیں نکلی تھی۔ میاں صاحب کو تو اس نے یہ بتایا تھا کہ اسے کسی قدر بخار رہنے لگا ہے۔ لیکن طبی امداد لینے پر آمادہ نہیں ہوئی تھی۔

"نہیں جناب! میں اپنا علاج خود ہی کر سکتی ہوں.... اگر ڈاکٹروں کے چکر میں پڑیے تو سلسلہ طویل ہو جاتا ہے۔!" اس نے کہا تھا۔

"مگر یہ تو اچھا نہیں معلوم ہوتا۔" میاں صاحب بولے۔

"فکر نہ کیجئے.... بس تھوڑے آرام سے ٹھیک ہو جاؤں گی۔"

"مجھے توکل سے پریشانی ہے۔؟"

"کس بات کی....؟"

"یعنی کہ آپ کی صحت۔!"

"آپ تو پورے قصبے کے لئے پریشان رہتے ہیں۔" وہ مسکرائی تھی۔

"وہ.... تو ہے لیکن....!"

"لیکن کیا....؟" وہ نیم وا آنکھوں سے انہیں دیکھتی ہوئی بولی۔

"آپ مہمان ہیں نا....؟" میاں صاحب گڑبڑا کر جلدی سے بول پڑے۔

فرحانہ نے خاموش ہو کر آنکھیں بند کر لیں وہ ایک آرام کرسی پر نیم دراز تھی۔ چہرے سے اضمحلال ظاہر ہو رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ "کچھ لوگ بڑے بدنصیب ہوتے ہیں۔"

"جی!" میاں صاحب چونک پڑے۔

"جی ہاں۔!" فرحانہ نے آنکھیں کھول دیں اور اُن کی طرف دیکھے بغیر بولی۔

"یہ درست ہے۔ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کیلئے کوئی پریشان ہونے والا بھی نہیں ہوتا۔"

"ہم.... میں نہیں سمجھا۔؟"

"کم از کم میرے لئے کوئی پریشان ہونے والا نہیں ہے۔!"

"مجھے بے حد افسوس ہے.... کیا آپ کے خاندان والے....؟"

"آپ سے زیادہ بُرے دن دیکھے ہیں میں نے.... آپ کم از کم یہ تو جانتے ہیں کہ آپ کو ہیں۔!"

"اوہ.... مجھے.... افسوس ہے۔!" میاں صاحب کو ان کے علاوہ اور کوئی الفاظ نہ مل سکے۔

"اس کی ضرورت نہیں۔" وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔ "جذبات سے خالی الفاظ سنتے سنتے کان پک گئے ہیں۔!"

"اوہ" میاں صاحب نروس ہو گئے تھے۔

کچھ دیر خاموشی رہی تھی۔ پھر فرحانہ نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا تھا "مجھے شرمندگی ہے میں جذباتی ہو گئی تھی۔ مجھے معاف کر دیجئے! آپ بہت ہمدرد اور نیک آدمی ہیں۔!"

"مجھے شرمندہ نہ کیجئے۔؟"

"حقیقت عرض کر رہی ہوں.... نہ جانے کیوں.... آپ کی موجودگی میں۔!" وہ جملہ پورا کئے بغیر خاموش ہو گئی۔ میاں صاحب استفہامیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھتے رہے۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا کہنا چاہتی ہوں۔!" وہ تھوڑی دیر بعد الجھ کر بولی۔

"بے تکلفی سے کہہ دیجئے....!"

"اس احساس کو الفاظ کا جامہ پہنانے سے قاصر ہوں۔!"

میاں صاحب کی آنکھوں میں عجیب سے تاثرات پائے جاتے تھے.... ایسا لگتا تھا جیسے بزبان خاموشی گھگھیا رہے ہوں۔ "تمہیں میری قسم ہے کہہ دو.... جو کچھ کہنا چاہتی ہو۔!"

لیکن فرحانہ نے پھر خاموش ہو کر آنکھیں بند کر لی تھیں۔ میاں صاحب کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب انہیں کیا کہنا چاہئے! کچھ نہ کچھ تو کہنا ہی تھا۔

بے وقت ہکلائے.... "دہ.... در اصل.... میں یہ سوچ رہا تھا.... کہ شائد میں کچھ مدد کر سکوں.... مطلب یہ کہ آپ کے افراد خانہ کو ڈھونڈنے میں مدد دے سکوں۔"

"افراد خاندان.... ہونہہ.... کیا میں نے ابھی یہ نہیں کہا تھا.... کم از کم آپ یہ تو جانتے ہیں کہ آپ کون ہیں۔!"

"ہم.... میں نہیں سمجھا۔!"

"کریم پور کے اس جانگسل زلزلے کے بارے میں تو آپ نے سنا ہی ہو گا جس نے پورے شہر کو کھنڈر بنا دیا تھا۔؟"

"جی ہاں! میرے بچپن کی بات ہے۔"

"وہیں.... ایک کھنڈر میں روتی پائی گئی تھی.... یتیم خانے کے ریکارڈ کے مطابق میری عمر دو سال سے زیادہ نہیں تھی.... کوئی نہیں جانتا کہ میرے والدین کون تھے.... اس کھنڈر کے آس پاس کوئی ایسا فرد نہیں مل سکا تھا جو میری شناخت کر سکتا۔!"

میاں صاحب کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے تھے۔ فرحانہ ان کیطرف نہیں دیکھ رہی تھی۔ انہوں نے موقع غنیمت جان کر جلدی سے اپنی آنکھیں خشک کیں اور بھرائی ہوئی آواز میں بولے۔ "آپ کے حالات سن کر گہرا صدمہ پہنچا ہے۔ آپ کے غم کے سامنے میرا غم تو کچھ بھی نہیں ہے۔؟"

فرحانہ مزید کچھ کہنے والی تھی کہ لڑکیوں کے ہنسنے کی آواز آئی۔ شائد وہ سب واپس آ گئی تھیں۔ وہ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ لیکن آنے والیاں صرف جولیانا اور سائرہ تھیں۔

"ہلو۔" جولیا میاں صاحب سے مخاطب ہو کر چہکی۔

وہ اٹھ گئے تھے اور انہوں نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اُس کا استقبال کیا تھا۔

"تمہارا کیا حال ہے۔!" جولیا نے فرحانہ سے پوچھا۔

"تھکن اور ہلکا سا ٹمپریچر۔!"

"مجھے تو یہاں کی آب و ہوا بے حد راس آئی ہے۔!" جولیا نے میاں صاحب کی طرف دیکھ کر کہا۔ "جناب! آپ جنت میں رہتے ہیں۔!"

"شکریہ۔"

جولیا وہیں بیٹھ گئی تھی اور سائرہ دوسرے کمرے میں چلی گئی تھی۔

"آج کتنا کام کیا آپ نے۔" میاں صاحب نے جولیا سے پوچھا۔

"کام.... بھلا اتنے پیارے لوگوں میں کام ہو سکتا ہے۔ سارا وقت تو باتوں میں گذر جاتا ہے۔ کتنی اچھی عورتیں ہیں۔ کتنی پُر خلوص۔ کاش میں آپ کی زبان جانتی ہوتی اور اُن سے براہ راست گفتگو کر سکتی۔!"

"میں تو ابھی تک یہی نہیں سمجھ سکی کہ تم کرنا کیا چاہتی ہو۔!" فرحانہ بولی۔

"میں خود بھی نہیں جانتی کہ میں کیا کرنا چاہتی ہوں۔!"

"کیا بات ہوئی۔"

"آخر میں کیا لکھوں گی، کس طرح لکھوں گی۔!"

"یہ تو پہلے ہی سوچنا چاہئے تھا۔!"

"میں نااہلی کی بات نہیں کر رہی....! میری سمجھ میں نہیں آتا کہ بات کہاں سے شروع کروں.... رہن سہن اور رسم و رواج پر لکھوں.... یا آدمی کی معصومیت کو مرکزی خیال بنا کر کوئی کہانی لکھ ڈالوں۔ میں آدمی کے مستقبل سے مایوس ہو گئی تھی۔ لیکن یہاں کی ان عورتوں سے مل کر بڑی ڈھارس بندھی ہے۔ جن پر ابھی تک باہر کے نظریات حملہ آور نہیں ہوئے ہیں۔"

فرحانہ نے بُرا سا منہ بنایا تھا لیکن کچھ بولی نہیں تھی۔ میاں صاحب کا چہرہ دمکنے لگا تھا۔ جیسے

ورتوں کی تعریف سُن کر.... وہ بھی ایک غیر ملکی عورت کی زبانی جو خود ان کے خیال کے طابق روشنی سے تاریکی میں چلی آئی تھی۔

"تو آپ کا یہ خیال ہے کہ یہ عورتیں سوجھ بوجھ بھی رکھتی ہیں۔" انہوں نے پُر مسرت لہجے یں سوال کیا۔

"صدیوں کے تجربات کا نچوڑ ہے۔ ان کے پاس! البتہ وہ اُس کا تجزیہ نہیں کر سکتیں۔ ہم تجزیہ کر سکتے ہیں لیکن خود کو اس کی افادیت سے محروم کر چکے ہیں۔"

"آپ بڑی عجیب باتیں کر رہی ہیں۔!"

"آج کے آدمی کے پاس باتوں کے علاوہ اور رہا ہی کیا ہے۔!" فرحانہ نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔" جولیا بولی۔

"لیکن بات تھی آپ کے کچھ لکھنے یا نہ لکھنے کی۔!" میاں صاحب نے کہا۔

"بہت سوچ سمجھ کر قلم اُٹھانا پڑے گا۔!"

"بہر حال آپ لکھیں گی۔!"

"ظاہر ہے۔!"

"اتنی باتیں تو محض باتوں کی خاطر ہوئی تھیں۔!" فرحانہ نے چٹکی لی۔

"مجھے اس سے انکار نہیں ہے مس جاوید۔" جولیانا ہنس کر بولی۔ "میاں توقیر باتیں سنتے وئے بہت اچھے لگتے ہیں۔"

میاں توقیر کے کانوں کی لویں سرخ ہو گئیں اور وہ چھت کی طرف دیکھنے لگے۔

"کیا آپ خدا سے کچھ پوچھ رہے ہیں۔!" فرحانہ ہنس کر بولی۔

اور میاں صاحب کھسیانی سی ہنسی کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔

"میرا خیال ہے کہ اب لنچ کر لینا چاہئے۔!" انہوں نے کسی قدر ہچکچاہٹ کے ساتھ کہا۔

"ابھی دوسری لڑکیاں نہیں آئیں۔!"

"اوہ.... یہ تو میں بھول ہی گیا تھا۔" وہ جلدی سے بولے۔ "لیکن آپ نے ناشتے میں صرف لیک کپ چائے پی تھی۔!"

ذرا ہی دیر میں وہ بھی پہنچ گئی تھیں.... اور لنچ کے لئے میز لگا دی گئی تھی۔

کھانے کے دوران میں صرف لڑکیاں آپس میں گفتگو کرتی رہی تھیں۔ یہ تینوں خامو سے کھاتے رہے تھے۔

کھانے کے بعد میاں صاحب فرحانہ کے ساتھ اُسی کمرے میں واپس آ گئے جہاں کچھ دیر قبل بیٹھے رہے تھے۔ جولیا اپنے کمرے میں چلی گئی تھی۔ وہ جب سے یہاں آئی تھی لنچ کے بعد قیلولے کی عادی ہو گئی تھی۔ پتہ نہیں آب و ہوا کا اثر تھا یا اور کوئی وجہ تھی کہ کھانے کے بعد ہی پلکیں نیند سے بوجھل ہونے لگتی تھیں۔

"اب آپ بھی آرام کیجئے۔" میاں صاحب نے فرحانہ سے کہا تھا۔

"یعنی آپ جانا چاہتے ہیں۔؟"

"یہ بات نہیں.... میں تو آپ کے آرام....؟"

"میری فکر نہ کیجئے۔" وہ بات کاٹ کر بولی۔ "اب میری واپسی کو صرف تین دن رہ گئے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ وقت آپ کے ساتھ گزارنا چاہتی ہوں۔"

میاں صاحب کی آنکھوں میں چمک سی لہرائی تھی وہ کہتی رہی۔ "جولیا ٹھیک کہہ رہی تھی کہ یہاں پہنچ کر اس کے نظریات میں تبدیلی ہوئی ہے۔ میں بھی کچھ ایسا ہی محسوس کر رہی ہوں۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"مردوں سے مجھے نفرت تھی.... لیکن اب کم از کم ساری دنیا میں ایک مرد ایسا ضرور ہے جس سے میں نفرت نہیں کر سکتی۔"

میاں صاحب بونقوں کی طرح اُس کی طرف دیکھتے رہے۔

"ایسا مرد جس کے لئے میں اپنی جان تک دے سکتی ہوں۔"

"تو.... کک.... کون ہے وہ....؟" میاں صاحب ہکلائے۔

"یہ آپ پوچھ رہے ہیں۔؟"

"جج.... جی....؟"

"میں نہیں بتاتی....؟" وہ ان کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی مسکرائی۔

میاں صاحب کی عجیب کیفیت تھی۔ چہرہ سرخ ہو گیا تھا اور پلکیں جھکی پڑ رہی تھیں۔ کچھ کہنا چاہتے تھے۔ لیکن زبان ساتھ نہیں دے رہی تھی۔

"میری طرف دیکھئے۔!"

میاں صاحب نے کسی شرمیلی لڑکی کے سے انداز میں پلکیں اٹھائی تھیں۔

"کیا میں آپ کے دل میں ذرا سی بھی جگہ بنا سکی ہوں۔!"

"م.... میں....!" وہ صرف ہکلا کر رہ گئے۔

"میں سمجھ گئی۔!"

میاں صاحب نے سوالیہ نظروں سے اُس کی طرف دیکھا۔

"آپ کو میری یہ بے تکلفی پسند نہیں آئی۔"

"جج.... جی.... ایسی کوئی بات نہیں۔!"

"تو.... تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ آپ بھی میرے بارے میں سوچتے رہے ہیں۔؟"

نہ جانے کیوں میاں صاحب خود کو اچانک پھنسا محسوس کرنے لگے تھے۔ عجیب سی ذہنی کشمکش میں مبتلا ہو کر انہوں نے بالآخر ہاتھ پیر ڈال دیئے۔ یعنی اُن کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب اُمڈ پڑا۔

"ارے.... ارے.... یہ کیا....!" فرحانہ اٹھ کر ان کی طرف جھپٹی تھی۔

"یہ کیا ہوا۔!"

میاں صاحب دونوں ہاتھوں سے منہ چھپائے سسکیوں اور ہچکیوں کو روکنے کی کوشش کر رہے تھے۔

"خدا کے لئے چپ ہو جائیے.... یہ آپ نے کیا شروع کر دیا.... کچھ بتائیے بھی تو....؟"

میاں صاحب نے کچھ کہنے کی کوشش کی تھی لیکن آواز ایک طویل ہچکی کی صورت اختیار کر گئی۔

فرحانہ سچ مچ بوکھلا گئی تھی۔ اس نے اٹھ کر دروازہ بند کر دیا تھا اور اب اُن کے قریب ہی کھڑی تھر تھر کانپ رہی تھی۔ اُسے ڈر تھا کہ کہیں میاں صاحب کے رونے کی آواز دوسروں تک نہ پہنچ جائے۔

پھر تو اُس نے انہیں وہیں چھوڑا تھا اور خود دروازہ کھول کر باہر نکل آئی تھی۔ یہاں کئی لڑکیاں کھڑی نظر آئیں۔ شاید میاں صاحب کی طویل ہچکی اُن کے کانوں تک پہنچ گئی تھی۔

"پپ.... پتہ نہیں کیا بات ہے؟" وہ استفہامیہ انداز میں بولی۔

"کیا ہوا... مس....!"

"شش... شاکرہ... انہیں اچانک اپنے خاندان والے یاد آ گئے ہیں۔!"

ہچکیوں اور سسکیوں کی آوازیں کھلے ہوئے دروازے سے اُن تک برابر پہنچ رہی تھیں۔

پھر جولیا بھی دکھائی دی۔ اور فرحانہ بالکل ہی بدحواس ہو گئی۔

"کیا ہوا... کیا بات ہے۔!" جولیا نے پوچھا۔

"بب... بس کیا بتاؤں۔!" فرحانہ اٹک اٹک کر بولی۔ "خود ہی اپنے خاندان والوں کا ذکر چھیڑا تھا اور خود ہی رونے لگے۔!"

"تو.... اچھا... تو آپ یہاں سے ہٹ جائیں۔ انہیں تنہا چھوڑ دو۔ کوئی بھی اُن کے سامنے نہ آئے۔ ورنہ انہیں شرمندگی ہو گی۔"

پھر جولیا ان سبھوں کو اپنے کمرے میں سمیٹ لائی تھی۔

"قابلِ رحم حالت ہے۔!" ایک لڑکی بولی۔

"ٹریجڈی ہی ایسی ہوئی تھی۔!"

"لیکن مجھے اس پر حیرت ہے کہ اس وبا کے سلسلے میں حکومت نے کچھ نہیں کیا۔" جولیا نے کہا۔

"واقعی حیرت کی بات ہے! اس پر باقاعدہ طبی بورڈ بیٹھنا چاہئے تھا جو اسباب کا پتا لگاتا۔" فرحانہ نے کہا۔

"بہرحال وہ ایک بے حد دکھی آدمی ہیں۔!" جولیا بولی۔ "اضطراری طور پر رو پڑے ہوں گے بعد میں شرمندہ ہوں گے۔ لہٰذا اُن سے اس کے بارے میں کچھ نہ پوچھا جائے۔!"

"ظاہر ہے کہ یہی ہو گا۔" فرحانہ نے کہا۔

* * *

تنویر کی حالت بہتر نہیں تھی۔ اُسے سائیکو مینشن ہی کے میڈیکل وارڈ میں رکھا گیا تھا۔ عمران ہی کے محکمے کے بہترین معالج اس کی دیکھ بھال کر رہے تھے۔

عمران نے اُسے جائے واردات سے ہٹا دینے میں بڑی پھرتی دکھائی تھی کیونکہ پولیس سے یز نہیں چاہتا تھا۔ پولیس بعد میں پہنچی تھی اور اُسے وہاں دھماکوں کے اثرات اور خون کے بوں کے علاوہ کچھ نہیں ملا تھا۔

صوفی عبدالشکور صاف نکل گیا تھا.... اب تو عمران سوچ رہا تھا کہ اس نے دیدہ و دانستہ انہیں ئے کی دعوت دی تھی اور مرعوب کرنے کی کوشش کرتا ہوا صاف بچ نکلا تھا۔

اپنے اس خیال کی تصدیق کے لئے اس نے فون پر تھیلما سے رابطہ قائم کرنا چاہا لیکن دوسری رف صرف گھنٹی بجتی رہی۔ کسی نے دیر تک ریسیور نہ اٹھایا۔

پھر گاڑی کے رجسٹریشن نمبر کے ذریعے مالک کا پتہ لگانے کی کوشش کی گئی تھی۔ مگر نتیجہ نمبر جعلی ثابت ہوئے۔ اور اُس میک کی سفید گاڑیاں شہر میں لاتعداد رہی ہوں گی۔

اس نے ایک بار پھر تھیلما کو فون کیا۔ دوسری طرف سے رابطہ قائم ہونے کی آواز کے ساتھ یک مردانہ آواز سنائی دی تھی۔ اور یہ نادر سلطانی کے علاوہ اور کسی کی آواز نہیں ہو سکتی تھی۔

مسلیٰ عمران کسی امریکن عورت کے سے لہجے اور آواز میں بولا تھا "تھیلما سے ملاؤ۔"

"کون ہے....؟" دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"روزا۔!"

"میں کسی روزا کو نہیں جانتا۔!"

"کیا تمہارا جاننا ضروری ہے۔ تھیلما کو بلاؤ۔" عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"ہاں، میرا جاننا ضروری ہے۔!"

"تم آخر ہو کون۔؟"

"اُس کا شوہر۔!"

"تو مسٹر سلطانی.... ہاں! ہم کبھی نہیں ملے۔ تھیلما تمہارا ذکر بڑے پیار سے کرتی ہے لیکن ملوایا نہیں۔!"

"اچھا.... اچھا.... وہ بیمار ہے.... سو رہی ہے۔!"

عمران نے طویل سانس لی اور مزید کچھ کہے بغیر سلسلہ منقطع کر دیا۔ پھر بلیک زیرو کے ل سکے تھے۔

"ہیلو۔" بلیک زیرو کی آواز آئی۔

"کیا خبر ہے۔!"

"نگرانی بدستور جاری ہے۔ علامہ آج صبح 9 بجے صرف ایک گھنٹے کے لئے یونی ورسٹی گیا تھا دس بجکر پچیس منٹ پر پھر گھر واپس آگیا تھا۔ اس کے بعد سے ابھی تک دوبارہ باہر نہیں نکلا۔"

"یعنی گھر ہی میں موجود ہے.....؟"

"جی ہاں.....!"

"کیا ثبوت ہے؟"

"میں نہیں سمجھا جناب۔!"

"گھر میں موجودگی کا ثبوت مانگ رہا ہوں۔"

"باہر نہیں نکلا۔!"

"ہو سکتا ہے اس طرح نکلا ہو کہ تمہیں علم ہی نہ ہو سکا ہو۔"

"میک اپ میں وہ اپنی جسامت نہیں چھپا سکتا۔!"

"کیا عمارت کے عقبی حصے کی بھی نگرانی کرا رہے ہو۔؟"

"جی ہاں، نکاسی کے ہر دروازے کی۔!"

"اس کے باوجود بھی تم یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتے کہ وہ یونی ورسٹی سے واپسی کے سے گھر ہی پر رہا ہو۔"

"کیا نگرانی کرنے والوں کو وہ کسی کھڑکی یا دروازے سے نظر آتا رہا ہے..... یا انہوں اسے کمپاؤنڈ میں ٹہلتے دیکھا تھا۔"

"تفصیل کا علم مجھے نہیں ہے۔!"

"معلوم کر کے مجھے مطلع کرو۔"

"بہت بہتر جناب۔"

ریسیور رکھا ہی تھا کہ کسی نے دروازے پر دستک دی۔

"کم اِن۔" عمران نے اونچی آواز میں کہا۔

آپریشن روم کا ایک اسسٹنٹ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں ایک

لفافہ میز پر رکھ کر خاموشی سے واپس چلا گیا۔ عمران نے لفافہ اٹھایا۔

کوڈ ورڈز میں جولیا کا پیغام تھا۔ جسے ڈی کوڈ کرنے بیٹھ گیا۔

"حالات تیزی سے آگے بڑھ رہے ہیں۔ مرد نے عورت کے سامنے رونا شروع کر دیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ وہ اُسے بُری طرح الجھا چکی ہے۔!"

"بہت مختصر سا پیغام۔" عمران پُر تفکر انداز میں بڑبڑایا تھا۔ "مرد نے عورت کے سامنے رونا شروع کر دیا ہے۔ کیا بات ہوئی..... وہ تو پیدا ہوتے ہی رونا شروع کر دیتا ہے۔ عورت کے سامنے..... ہشت.....!"

فون کی گھنٹی بجی..... اور اس نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھا لیا۔ بلیک زیرو کی کال تھی اور وہ کہہ رہا تھا۔ "نہیں جناب..... بس وہ گھر کے اندر گیا تھا..... پھر اب تک واپسی نہیں ہوئی۔ کسی کھڑکی، دروازے سے بھی نہیں دکھائی دیا۔ عمارت کی زیادہ تر کھڑکیاں روشن ہیں..... اور آج کوئی اس سے ملنے بھی نہیں آیا۔!"

"نگرانی جاری رکھو۔!"

"بہت بہتر جناب۔!"

ریسیور رکھ ہی رہا تھا کہ اُسے علامہ کا "باورچی" واجد یاد آیا۔ وہ بھی سائیکو مینشن ہی کے میں قید تھا۔

واجد آخر واجد کی اصل حیثیت کیا تھی۔! اس کے اپنے بیان کے مطابق وہ شہزور کا ملازم تھا۔ شہزور ہی نے اُسے علامہ کے باورچی کی حیثیت سے کام کرنے کا حکم دیا تھا۔ گویا وہ حقیقتاً شہزور کا ملازم تھا۔ اور بظاہر اس تقرر کا مقصد یہی تھا کہ واجد علامہ پر نظر رکھ سکے۔ خود واجد نے بھی اس کا اعتراف کیا تھا۔ دوسری طرف شہزور نے علامہ کے ان شاگردوں کے سلسلے میں اس سے کرنا چاہتا تھا۔ جو اس کی قید میں تھے۔ اور پھر وہ مار ڈالا گیا تھا۔ آخر کیوں؟ کیا اس لئے کہ اس کوئی غلط قدم اٹھایا تھا؟ پھر اگر وہ شہزور کی گولی کا نشانہ بنا تھا تو۔ شہزور اور علامہ کے ردوں کے درمیان کسی قسم کا تعلق ہو سکتا ہے؟ اور یہ تعلق براہ راست ہے۔ یا اس میں علامہ واسطے کو بھی دخل ہے؟ آیا مسکن کی موت کا ذمہ دار علامہ تھا یا شہزور.....؟

وہ سوچتا رہا۔ پھر دفعتاً اٹھا تھا اور کمرے سے نکل آیا تھا۔ پہلے تنویر کی خیریت دریافت کی اور

پھر اس کمرے کی طرف چل پڑا جہاں برنارڈ کو رکھا گیا تھا۔

تنویر کی وجہ سے سخت تشویش میں مبتلا ہو گیا تھا۔ ابھی تک اس کی بیہوشی رفع نہیں ہوئی تھی۔ بہت زیادہ خون ضائع ہو گیا تھا۔ سائیکو مینشن کے ڈاکٹر اس کی جان بچانے کے لئے برابر تدبیر کر رہے تھے۔

وہ برنارڈ کے کمرے میں داخل ہوا جو ابھی سویا نہیں تھا۔ اُسے دیکھتے ہی بڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ عمران نے اُسے بیٹھنے کا اشارہ کیا تھا۔

"میں تمہارا شکر گذار ہوں۔۔۔۔!" برنارڈ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "یہاں مجھے کوئی خطرہ نہیں ہے نا!"

"آج اس نے پھر میرے ایک آدمی کو شدید زخمی کر دیا ہے۔!"

"کس نے۔؟"

"شنزو کی بات کر رہا ہوں۔" عمران اُسے گھورتا ہوا بولا۔

"براہ راست ٹکراؤ۔!" برنارڈ کے لہجے میں حیرت تھی۔

عمران نے سر کو جنبش دی اور بدستور اس کی آنکھوں میں دیکھتا رہا۔

"کہاں اور کیسے۔۔۔۔؟"

عمران نے پورا واقعہ دہرا دیا۔ برنارڈ متفکر نظر آنے لگا تھا!

تھوڑی دیر بعد وہ بولا۔ "مجھے تو ایسا لگتا ہے جیسے اس نے خود ہی تم لوگوں کو اپنے تعاقب پر اُکسایا ہو۔!"

"اب میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔"

"پورا واقعہ بتاؤ۔!"

عمران نے تھیلما کی کہانی شروع کر دی۔ برنارڈ ہمہ تن توجہ بنا سنتا رہا۔ عمران کے خاموش ہونے پر بولا تھا۔ "اگر وہ تھیلما سے کاٹی نینگل کے اس کمرے میں ایک بار ملاقات کر لینے کے بعد بھی وہیں جا رہا تھا تو یقین کرو کہ وہ تمہارا ہی منتظر رہا ہوگا۔ اچھی طرح جانتا تھا کہ تم تھیلما سے سب اگلوا لو گے اور وہ آخری جائے ملاقات کا ذکر تم سے ضرور کرے گی۔!"

"میں بھی اسی نتیجے پر پہنچا ہوں۔!"

"وہ بھیڑیا ہے۔ عمران صاحب۔!"

"کیا تم شنزو یونٹ کے واجد نامی کسی آدمی سے واقف ہو۔؟"

"نہیں میرے لئے یہ نام نیا ہے۔ کوئی اہم آدمی رہا ہوگا۔؟"

"شنزو نے اُسے علامہ دہشت کی نگرانی پر مامور کیا تھا۔ اور ایسے مواقع فراہم کئے تھے کہ علامہ اُسے باورچی کی حیثیت سے اپنے یہاں ملازم رکھ لے۔"

"تم پہلے بھی علامہ دہشت کا ذکر کر چکے ہو۔ میں نہیں سمجھ سکا کہ اس کا ان لوگوں سے کیا تعلق ہو سکتا ہے۔"

"شنزو اس کا شاگرد رہ چکا ہے۔"

"اور بھی زیادہ حیرت کی بات ہے کہ وہ اپنے اُستاد کی نگرانی کر رہا تھا۔"

"اس کے علاوہ واجد کی ایک ڈیوٹی اور بھی تھی۔۔۔۔ وہ ہر سنیچر کی شب کو کسی سفید فام ہپی عورت کو پھانستا تھا اور اسی ہٹ میں پہنچا دیتا تھا جس میں تم ٹھہرائے گئے تھے۔"

"نہیں!" برنارڈ اچھل پڑا۔

"میں حقیقت بیان کر رہا ہوں۔!"

"اور میرے اس ہٹ میں پہنچنے سے قبل ہی واجد تمہارے ہاتھ لگ گیا تھا۔!"

"یہ بھی حقیقت ہی ہے۔"

"خدا کی پناہ۔۔۔ تو اس نے تمہیں پھانسنے کے لئے مجھے چارہ بنایا تھا۔!"

"صحیح نتیجے پر پہنچے ہو تم۔!" عمران سر ہلا کر بولا۔

"کیا واجد کو علم تھا کہ وہ ان عورتوں کو کس لئے اس ہٹ میں پہنچاتا رہا ہے۔!"

"نہیں وہ اس سے لاعلم تھا۔ اس کا کام صرف اتنا تھا کہ عورتوں کو ہٹ تک پہنچا کر واپس چلا جائے اور یہ جاننے کی بھی کوشش نہ کرے کہ اس ہٹ میں کون رہتا ہے۔!"

"یہ ہدایات اُسے کس سے ملی تھیں؟"

"شنزو سے۔۔۔۔ اور وہ سنیچر ہی کا دن تھا جب وہ ایک ہپی عورت پر ڈورے ڈالتا ہوا میرے ہاتھ لگا تھا۔ اس لئے اس رات کوئی عورت اس ہٹ میں نہیں پہنچ سکی تھی۔!"

"بس تو پھر شنزو ہی نے اندازہ لگایا ہوگا کہ کیا ہوا ہے۔!"

مہیں ابھی کچھ ہوا ہے ورنہ وہ تمہیں اسی ہٹ میں ٹھہرا کر مجھے تمہاری راہ پر ڈالنے کی کو
نہ کرتا۔؟"

"لیکن تم ابھی تک اس کے ہاتھ نہیں آ سکے..... اب میں تمہیں بتاتا ہوں کہ وہ بھی تم
کسی قدر خائف معلوم ہوتا ہے۔ تم نے اُسے خاصی تشویش میں مبتلا کر دیا ہے۔ وہ مجھ د...
یاد آ رہا ہے..... اس نے کسی واجد کا ذکر کیا تھا مجھ سے..... اور یہ بھی کہا تھا کہ واجد کو اس
اس کیلئے کوئی کام کرنا تھا لیکن وہ غائب ہو گیا۔ اور یہ شبہ بھی ظاہر کیا تھا کہ کہیں وہ تمہارے
نہ لگا ہو۔ کیا وہ گرین بیچ ہوٹل میں تمہارے ہاتھ لگا تھا۔؟"

"ہاں..... وہیں.....؟"

"اُسے اس کا بھی علم تھا کہ واجد ساڑھے بارہ بجے تک گرین بیچ ہوٹل میں دیکھا گیا تھا۔

اوہ..... خدایا..... کتنا شاطر ہے وہ۔!"

عمران کچھ نہ بولا۔

"اس کے ہتھ کنڈوں سے تو شیطان بھی پناہ مانگتا ہوگا۔" بریجرڈ نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ "
خیال ہے تمہارا..... میں کس طرح اس کے قابو میں آیا ہوں گا جبکہ میں خود بھی اپنا ذاتی ایک
بزنس رکھتا تھا۔!"

"مجھے اندازہ ہے۔!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "آپ اسی بڑے ذاتی بزنس کی بناء پر ایک بار دھر
گئے تھے۔ اور پھر حیرت انگیز طور پر رہا ہو گئے تھے۔ بات عدالت تک نہیں پہنچ پائی تھی۔!"

"اسی مردود نے گرفتار کرایا تھا اور پھر رہائی بھی دلائی تھی۔ اس طرح اپنا ممنون احسان بنا
اس نے اپنے کام کرنے پر آمادہ کیا تھا..... اور تمہیں حیرت ہوگی کہ انہی ذمہ دار حضرات نے
مجھے گرفتار کیا تھا جنہیں میں باقاعدگی سے بڑی بڑی رقوم ادا کرتا رہتا تھا۔!"

"سب کچھ ہے میری نظر میں..... سب جانتا ہوں۔!"

"لیکن افسوس..... شاید اس پر ہاتھ نہ ڈال سکو۔ اس کی جڑیں بہت گہرائی تک ہیں۔"

"دیکھا جائے گا۔!"

"عمران جسے تم اس کی شکست سمجھ رہے ہو کہیں وہ اس کی حکمت عملی نہ ہو اور یہ وہ
چھوٹ دے کر نکل جاتا ہو۔ اور دراصل وہ کسی خاص موقع کے انتظار میں۔!"

"مجھے اس کی ذرہ برابر بھی فکر نہیں۔ میں تو زیادہ تر علامہ دہشت میں الجھا رہتا ہوں۔ میری
بیائی اسی سے شروع ہوئی تھی۔ یہ شہزور نہ جانے کہاں سے آ کودا۔!"

"لیکن ہم لوگ سوچ بھی نہیں سکتے کہ ہمارا کوئی تعلق یونیورسٹی کے کسی پروفیسر سے بھی
ہو سکتا ہے۔! ویسے ایک بار پھر تمہیں آگاہ کرتا ہوں کہ شہزور کے ساتھ متفق رہنا۔ اُسے کسی
معاملے میں غافل نہ سمجھنا۔!"

"سوال تو یہ ہے کہ.....!" عمران کچھ کہتے کہتے خاموش ہو گیا۔

بریجرڈ اُسے بغور دیکھے جا رہا تھا۔ لیکن کچھ بولا نہیں تھا۔ تھوڑی دیر بعد عمران اٹھتا ہوا
بولا۔ "دیکھا جائے گا۔!"

وہ پھر اسی کمرے میں واپس آیا تھا۔ جو اس کے لئے مخصوص تھا۔ یہ متفکرانہ انداز میں فون کا
ریسیور اٹھایا اور بلیک زیرو کے نمبر ڈائیل کرنے لگا۔

دوسری طرف سے ریسیور اٹھنے کی آواز سن کر بولا۔ "ہیلو، بلیک زیرو..... بہت احتیاط سے
معلوم کرنے کی کوشش کرو کہ ایس پی راشد اور کسٹم کے ڈی سی راجن بھی علامہ کے شاگرد رہ
چکے ہیں یا نہیں۔"

"بہت بہتر جناب۔!"

"صبح تک رپورٹ دے سکتے ہو۔" کہہ کر عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

* * *

صفیہ بستر پر چت پڑی ہوئی تھی۔ آنکھیں کھلی ہوئی تھیں لیکن کچھ سجھائی نہیں دیتا تھا.....
رہی تھی۔ پوری طرح ہوش میں تھی۔ آوازیں بھی سن رہی تھی۔ لیکن آنکھوں کو کیا ہو گیا تھا
زرد رنگ کا ایک بڑا سا روشن دائرہ تھا جو مسلسل آنکھوں کے سامنے گردش کئے جا رہا تھا۔
روشن دائرہ اور کچھ بھی نہیں۔ دونوں ہاتھ ادھر پھیلا کر اس نے بستر کو ٹٹولا تھا اور زور زور
چیخنے لگی تھی۔ پھر بے اختیار سلمانی کا نام لے کر پکارا تھا۔

"کیا بات ہے؟ کیوں چیخ رہی ہو۔!" اس نے سلمانی کی آواز سنی۔

"میں کہاں ہوں...... مجھے کیا ہو گیا ہے۔!"

"تم اپنے بستر پر لیٹی ہو...... لیکن میں کیا بتا سکوں گا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔!"

"یہ کیسا روشن دائرہ ہے...... تم کہاں ہو...... مجھے نظر کیوں نہیں آ رہے......!"

"نہ یہاں کوئی روشن دائرہ ہے...... اور نہ میں تمہاری نظروں سے اوجھل ہوں۔ تم مجھے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھے جا رہی ہو۔!"

"میری بینائی...... میری بینائی۔!" وہ حلق پھاڑ کر چیخی۔

"ہائیں تو کیا اندھی ہو گئی ہو۔!"

"خاموش رہو......!" وہ حلق پھاڑ کر دھاڑی تھی۔ "مجھے یاد آ گیا ہے میری گردن پر تم نے کوئی وزنی چیز ماری تھی۔!"

"اور تم فوراً ہی بیہوش ہو گئی تھیں۔!" سلمانی چہک کر بولا۔

"مجھے کچھ نہیں دکھائی دیتا۔ میں تمہیں مار ڈالوں گی۔!"

"کوشش کرو......!" وہ پیچھے ہٹتا ہوا بولا۔ "اگر تم ہمیشہ کے لئے اندھی ہو گئی ہو تو مجھے بے حد خوشی ہو گی۔!"

"چپ رہو مردود۔!"

"میں بیچارہ پدی...... تم مجھے مردود کہہ رہی ہو۔!"

"خاموش رہو...... میری آنکھیں...... میری آنکھیں۔ میں عدالت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گی۔ تمہاری ضرب سے میں اندھی ہو گئی۔!"

"نہیں چرس کے دھوئیں نے تمہارا یہ حشر کیا ہے۔ اب بتاؤ اس منحوس بچی کو کوبرا...... ہونہہ...... عنقریب اس کا بھی یہی حشر ہو گا میرے ہاتھوں۔!"

"چلے جاؤ...... یہاں سے۔!"

"فون نمبر بتاؤ اس کا...... اسے بھی خوش خبری سنا دوں کہ اب تم اس کے فولادی [illegible] نہیں دیکھ سکو گی۔!"

"میں تمہیں مار ڈالوں گی۔!" وہ چنگھاڑتی ہوئی اٹھ گئی۔

"پڑی رہو چپ چاپ ورنہ دیواروں سے ٹکرا کر مر جاؤ گی۔!"

"سلمانی! میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

"سلمانی تو کب کا مر چکا ڈارلنگ...... یہ اس کا بھوت ہے اور کسی بھوت کو مار ڈالنا ناممکن۔!"

"میں کہتی ہوں چلے جاؤ یہاں سے۔!"

"پھر اندھی کی لاٹھی کون بنے گا۔ وہ فولادی ڈھانچہ یا یہ حقیر پدی۔!"

"میری آنکھیں...... میری آنکھیں۔!" وہ پھر ہذیانی انداز میں چیخنے لگی۔

پھر چکرا کر گری تھی اور دوبارہ بیہوش ہو گئی تھی۔

سلمانی کے دانت نکل پڑے۔ عجیب سی وحشیانہ مسرت اس کی آنکھوں میں رقص کر رہی تھی۔

وہ بستر کے قریب ہی کھڑا اسے دیکھے جا رہا تھا...... دفعتاً فون کی گھنٹی بجی تھی۔

اس نے جھپٹ کر ریسیور اٹھایا۔

لیکن دوسری طرف کی آواز سن کر اس کی آنکھوں میں مایوسی مترشح ہونے لگی تھی۔

"کون ہے؟" اس نے بے دلی سے پوچھا۔

"کیا سلمانی صاحب ہیں۔؟"

"ہاں میں ہی بول رہا ہوں۔"

"میں ہوں بیچارہ ذہنی مریض۔"

"اوہ...... کیا بات ہے۔!"

"کیا پوری بات اب بھی آپ کی سمجھ میں نہیں آئی۔"

"کیا کہنا چاہتے ہو۔"

"یہی کہ میں بھی اسی مردود کا ستایا ہوا ہوں جس کے منحوس سائے نے آپ کی زندگی تلخ کر رکھی ہے۔"

"میں نہیں سمجھا تم کیا کہہ رہے ہو......؟"

"کیا اس کی کوئی کال آئی تھی۔!"

"کس کی کال۔!"

"کوبرا کی۔!"

"تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا۔!"

"میری مراد اسی سے ہے جسے آپ کی بیگم صاحبہ کوبرا کے نام سے جانتی ہیں۔"

"تم ہو کون؟"

"وہی جس کا کھیل آپ نے بگاڑ دیا تھا۔ آپ نے نہیں بلکہ آپ کی گاڑی نے۔"

"اوہ... تو تم ہو!"

"جی ہاں۔"

"دوپہر کو اسی کی کال آئی تھی۔"

"یہی کہہ رہا تھا۔"

"مجھے پتہ بھی نہیں تھا۔ تہمینہ سے بات کرنا چاہتا تھا۔"

"اور وہ موجود نہیں تھیں۔"

"یہی سمجھو۔"

"کچھ اندازہ ہے کہ کال کہاں سے آئی تھی۔"

"نہیں.... یہ تو معلوم ہی نہیں ہونے دیتا۔ میں تم سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"فی الحال ناممکن ہے..... وہ بھی میری طرف سے غافل نہیں ہے۔"

"تو اس مریض کا کیا قصہ تھا!"

"میرا ہی ایک آدمی تھا جو اس کے ایک ٹھکانے کی نگرانی کر رہا تھا۔ توقع تھی کہ وہ خود ہی اس کی خبر لینے سٹار ہاؤس پہنچے گا۔ لیکن اس نے اپنا ایک آدمی بھجوا دیا تھا۔ بہر حال اب وہ آدمی حراست سے۔ لیکن وہ بھی اس کے اصل ٹھکانے سے واقف نہیں ہے۔"

"لیکن میں ایک ایسی عورت کو جانتا ہوں جو شاید واقف ہو۔ لیکن اگر میں چاہوں کہ بتلا دے تو یہ ممکن نہ ہوگا۔"

"تم مجھے بتاؤ... اگلوا لینا میرا کام ہوگا۔"

"ڈورا کرسٹی... سٹیلین بوتیک نامی بوتیک کے اوپر والے فلیٹ میں رہتی ہے۔"

"عمارت کہاں ہے؟" دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"عالمگیر روڈ پر شاہین بلڈنگ...!"

"بہت بہت شکریہ... لیکن تمہیں اس کے بارے میں کیسے معلوم ہوا...؟"

"تہمینہ سے! کبھی کبھی وہ بہت زیادہ نشے کی حالت میں اُسے کہانیاں سناتی ہوئی سی جاتی ہے۔"

"کوئی اور وجہ بھی ہو سکتی ہے!"

"نہیں... سو فیصد کوبرا... صرف گالیوں ہی پر اکتفا نہیں کرتی.... بعض کہانیاں بھی بکتی ہے۔"

"اچھا... شکریہ...؟"

"میں تم سے کہاں مل سکتا ہوں؟" سلمانی نے پوچھا تھا لیکن یہ جملہ پورا ہونے سے پہلے ہی سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سن لی تھی۔ ریسیور رکھ کر اس نے طویل سانس لی اور کمرے سے نکل کر خیالات میں کھویا ہوا سٹنگ روم میں جا بیٹھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اگر تہمینہ کی بچی اپنی بینائی کھو بیٹھی تو وہ بڑی دشواری میں پڑ جائے گا۔ وہ ضرور عدالت سے رجوع کرے گی۔

کچھ دیر بعد پھر تہمینہ کی خواب گاہ میں داخل ہوا تھا لیکن تہمینہ بستر پر نہ دکھائی دی۔ اس نے باتھ روم کے دروازے کی طرف دیکھا اور سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد تہمینہ باتھ روم سے برآمد ہوئی تھی۔ اس کے بال بھیگے ہوئے تھے۔ شاید سر دھویا تھا۔

"مجھے آواز دے لی ہوتی!" سلمانی نے مغموم لہجے میں کہا تھا۔

وہ کچھ نہ بولی۔ اندھوں کی طرح ٹٹولتی ہوئی بستر کی طرف بڑھتی رہی۔ سلمانی کرسی سے اٹھ کر اس کی جانب بڑھا تھا۔ اچانک تہمینہ اس پر ٹوٹ پڑی۔ حملہ قطعی غیر متوقع تھا۔ سلمانی گڑبڑا کر پیچھے ہٹ گیا۔ اور وہ اسے دبوچ بیٹھی۔

"کتے... کمینے!" وہ دانت پیس کر بولی تھی۔ "کیا میں تمہیں زندہ چھوڑ دوں گی۔"

"ڈڈ... ڈاکٹر... کو فون کیا ہے میں نے... ماہر امراض چشم۔"

"آنکھوں کی مرمت کرنے والے کو فون کیا ہوتا... کیونکہ اب تمہاری شکل مشکل ہی سے پہچانی جائے گی۔" کہتے ہوئے اس نے اس کے چہرے پر پے بہ پے مکے مارنے شروع کر دیئے تھے۔ سلمانی سے کہیں زیادہ طاقتور تھی۔ لہٰذا وہ بے بسی سے چیختا رہا اور حلق پھاڑ پھاڑ کر مادری زبان میں اُسے کوستا بھی رہا۔

"تم کہتے تھے شاید میں ہی پاگل ہو گئی ہوں... وہ تو تم [illegible] اتر گئے [illegible] کی گردن پر لگی تھی... سر پر ٹھنڈا پانی ڈالتے ہی پھر دیکھنے لگی ہوں۔"

"چھوڑو مجھے۔" وہ اس کی گرفت سے نکل جانے کے لئے مچلا تھا۔

"میں نے کبھی تمہیں اتنی بے دردی سے نہیں مارا تھا۔ اگر میری گردن کی ہڈی ٹوٹ جاتی تو...؟"

"میں نے آہستہ سے مارا تھا۔ تم بہت زیادہ نشے میں تھیں۔"

"مت بکواس کرو جھوٹے [illegible]"

"میں قانون داں ہوں [illegible] ایسی حماقت نہیں کر سکتا۔ تم بہت زیادہ نشے میں تھیں۔"

"پھر بھی ہو [illegible] میں تمہارا کیریئر اس حد تک بگاڑ دوں گی۔ تم کبھی [illegible] نکل سکو گے۔"

"نہیں [illegible] نہیں۔" وہ خوفزدہ سی آواز میں چیخا۔

لیکن اس کے بڑھے ہوئے ناخن [illegible] کے چہرے پر خراشیں ڈالنے لگے تھے۔

◆

جیمسن سوئمنگ پول کے کنارے بیٹھا ظفر الملک کو ڈائیو کرتے دیکھ رہا تھا۔ ایک [illegible] اس کا مقابلہ شروع ہو گیا تھا۔ دوسرے ڈائیو کرنے والوں نے اس شغل سے کنارہ کشی [illegible] تھی اور صرف تماشائی بن گئے تھے۔

در اصل سیدھی سادی ڈائیونگ ہو رہی تھی۔ ایک سفید فام لڑکی نے قلابازی کھا کر [illegible] مقابلہ شروع کر دیا۔ دوسری بار ظفر الملک نے دو قلابازیاں کھائیں۔ لڑکی نے اونچی بار [illegible] قلابازیوں کی کوشش کی تھی لیکن ناکام رہی۔ ظفر الملک نے تین پوری کر دکھائیں۔ [illegible] ہمت نہیں ہاری تھی۔ برابر کوشش کئے جا رہی تھی۔ آخر کار کچھ دیر بعد اُسے کامیابی [illegible] ظفر الملک نے جیمسن کو آنکھ ماری تھی اور پھر سیڑھیوں کی طرف دوڑ گیا تھا۔ اس بار [illegible] قلابازیاں کھائی تھیں [illegible] اور تیرتا ہوا کنارے پر پہنچ گیا تھا [illegible] اچھل کر جیمسن کے [illegible]

"کیا فائدہ ہوا [illegible] یور ہائی نس" جیمسن نے خشک لہجے میں پوچھا۔

"تم پر ہر وقت فائدہ اور نقصان کیوں سوار رہتا ہے۔"

"چار بھی اس سے نہیں ہو سکے گی اور پانچویں کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ کہیں ریڑھ کی ہڈی نہ توڑ بیٹھے۔"

"لیکن [illegible] وہ دیکھو [illegible] وہ اوپر پہنچ گئی ہے۔"

لڑکی نے چھلانگ لگائی لیکن اس بار تین قلابازیاں بھی نہ ہو سکیں۔ دو ہی کر پائی تھی۔

دفعتاً کسی جانب سے ایک سفید فام غیر ملکی ان کے قریب آ دھمکا اور ظفر الملک سے بولا۔ "یہ تم نے کیا شروع کر دیا ہے۔؟"

"کیا اس پر کوئی پابندی ہے۔" ظفر الملک کا لہجہ کسی قدر تیکھا تھا۔

"اس پر رحم کرو..... اور یہاں سے چلے جاؤ۔"

"بڑی عجیب فرمائش کی ہے تم نے۔"

"میں استدعا کرتا ہوں۔"

"ہم جا رہے ہیں۔" جیمسن اٹھتا ہوا بولا۔

ظفر الملک نے اُسے گھور کر دیکھا تھا لیکن پھر اُسے بھی اٹھنا ہی پڑا تھا۔ جیمسن کسی طرح ٹل جاتا تو شاید اس اجنبی کی بکواس پر توجہ تک نہ دیتا۔

وہ تیزی سے اُس طرف چل پڑے تھے۔ جہاں انہوں نے اپنے سوٹ رکھے تھے۔ جیمسن تو تیراکی کے لباس میں تھا لیکن اُس نے پانی میں قدم تک نہیں رکھا تھا۔ اس کا قول تھا "پانی اتنا ہی ہونا چاہئے کہ ڈاڑھی نہ بھیگنے پائے۔" ڈاڑھی کے بھیگ جانے کو پانی [illegible] سے [illegible] سمجھتا تھا۔

"اس کمبخت پن کے مظاہرے کا مطلب۔" ظفر الملک نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

"اور نہیں تو کیا پانی میں کودنے کے سلسلے میں اس سے جھگڑا کرتے۔ کتنی غیر شگفتہ بات ہوتی یور ہائی نس۔"

"کیا مطلب...؟"

"آپ خود سوچئے، کتنی مضحکہ خیز بات ہے۔ قلابازیوں پر جھگڑا [illegible]"

"بس خاموش رہو [illegible]"

"وہ تو رہتا ہی ہوں۔ لیکن آپ بولنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ آج کل میں ڈیا جنز کو پڑھ

رہا ہوں۔؟"

"صورت سے بھی کباڑی ہی لگنے لگے ہو۔!"

"شکریہ پلیز ...؟"

"ساری تفریح برباد کر دی۔!"

"آپ ہمیشہ بھول جاتے ہیں کہ کس کام کے لئے نکلے تھے۔"

"تم نے کام میں تو خلل ڈالا ہے۔" ظفر الملک بھنا کر بولا۔

"میں نہیں سمجھا۔"

"یہ وہی عورت ہے جس سے جان پہچان پیدا کرنے کا حکم ملا تھا۔!"

"یعنی ڈورا کرسٹی ... آسٹر ہلین بوتیک والی۔"

"ہاں وہی ہے۔"

"تو حضور والا جب پہچان پیدا کر رہے تھے یا اسے اپنا دشمن جانی بنا رہے تھے۔"

"خاموش رہو۔"

"تھم جاؤ [illegible] پلیز" عقب سے آواز آئی اور وہ رک گئے۔

وہی سفید فام [illegible] لمبے ڈگ بھرتا ہوا ان کی طرف بڑھا آ رہا تھا۔ جس نے جیمسن کو سوئمنگ پول سے ہٹ جانے کا مشورہ دیا تھا!

"مجھے بے حد افسوس ہے۔" وہ قریب پہنچ کر بولا۔

"کوئی بات نہیں۔" جیمسن نے خوش اخلاقی ظاہر کرنے کے لئے دانت نکالے۔

"دراصل وہ بہت ضدی ہے۔ اگر آپ لوگ وہاں موجود رہتے تو مجھے یقین ہے کہ وہ [illegible] نقصان پہنچا بیٹھتی۔"

"ضدی عورتیں مجھے پسند ہیں۔" ظفر الملک بولا۔ "کیا وہ آپ کی مسز ہیں۔!"

"میرا نام مائیکل ہے۔ لیکن وہ میری بیوی نہیں ہے۔ بزنس پارٹنر سمجھ لیجئے۔ ہم دونوں ایک بوتیک چلا رہے ہیں۔ آسٹر ہلین بوتیک۔ شاید نام سنا ہو۔ میں جلد کا اسپیشلسٹ ہوں۔ جلد کی رنگت بدل دیتا ہوں۔ شرطیہ طور پر [illegible] اسی خصوصیت کی بنا پر ہمارے بوتیک نے شہرت پائی ہے۔"

"بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔" جیمسن نے مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ "میرا نام جیمسن ہے.... اور یہ میرے باس پرنس ظفر الملک۔!"

"پرنس" مائیکل کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں گریٹ مغل کی اولاد ہیں۔!"

"اوہ... !" وہ پرجوش انداز میں بولا۔ "جبھی تو میں سوچ رہا تھا کہ ناک کی بناوٹ... اور آنکھوں کی کشید... خدا کی پناہ... گریٹ مغل کی اولاد.... بڑی خوشی ہوئی جناب یور ہائی نس۔"

اس نے بڑی گرمجوشی سے مصافحہ کیا تھا۔

ظفر الملک کو جیمسن کی اس حرکت پر غصہ آگیا۔ اس طرح تعارف کرانے کی کیا ضرورت تھی۔ گریٹ مغل کی اولاد لنگوٹی لگائے کھڑی ہے لاحول ولا قوۃ!

"میں بے حد شرمندہ ہوں پرنس! اگر اسے معلوم ہوگا تو اس کا بھی یہی حال ہوگا۔ وہ تو قدیم [illegible] شیدائی ہے۔ وہ گریٹ مغل۔"

"اب کیا فائدہ ان باتوں سے ہماری حکومت تو ختم ہو چکی۔" ظفر الملک [illegible]

"اوہ [illegible] یہی تو بات ہے۔ گریٹ مغل کی حکومت اب بھی دلوں پر باقی ہے [illegible] بھی [illegible] میں تحقیق [illegible] آپ [illegible] بتاتا چلوں کہ وہ آج کل مغل طرز آرائش پر ریسرچ کر رہی ہے....!"

"یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔" جیمسن جلدی سے بولا۔ "میں تمہیں مدد دے سکتا ہوں [illegible] کو چھوڑیے [illegible] آپ کی حیثیت بھی میری نظر میں ہے [illegible] میں آپ کو بتاؤں گا کہ مغل شہزادیاں کس طرح اپنی جلد کی حفاظت کرتی تھیں۔"

"بہت بہت شکریہ۔ کیوں نہ ہم اسی وقت مل بیٹھیں۔" مائیکل نے کہا۔

"ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔" ظفر الملک نے کہا۔ [illegible] پول ہی پر [illegible] مخصوص [illegible] نمبر گیارہ۔ .. آپ دونوں وہاں ہمارا انتظار کر سکتے ہیں۔ ہم لباس تبدیل کر کے پہنچ جائیں گے۔"

"ایسے بھی کیا حرج ہے۔!" جیمسن بول پڑا۔

"تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں پانی ہی میں اس طرح رہ سکتا ہوں...!" ظفر نے غصیلے

لہجے میں کہا۔

"معافی چاہتا ہوں یور ہائی نس۔" جیمسن گڑگڑایا۔

مائیکل سوئمنگ پول کی طرف چت گیا تھا اور وہ اپنے لباس پہننے کے لئے چل پڑے تھے

"کیسی رہی" جیمسن بولا۔

"ٹھیک ہی رہی لیکن تم خود کو قابو میں رکھو گے۔"

"مجھے آپ پر نظر رکھنی پڑے گی کہ کہیں آپ بے قابو نہ ہو جائیں۔"

"مت بکواس کرو۔"

"آخر چکر کیا ہے۔"

"فی الحال اس سے رسم و راہ بڑھانے کی ہدایت ملی ہے۔"

"مقصد...؟"

"میں نہیں جانتا۔ ...اور نہ جاننے کی ضرورت سمجھتا ہوں۔"

"ہز ہجینسی کہاں تشریف رکھتے ہیں۔" جیمسن نے پوچھا وہ عمران کو یور ہجینسی کہہ کر مخاطب
کرتا تھا۔

"ہدایت میں یہ بھی شامل ہے کہ ہمیں اسے قلیت کی طرف رہنی ہوگی۔" یہ بات

"پتا نہیں یہ ہماری معاملہ ہے یا محض رومانی۔"

"آخر یہ ہجینی بھی تو گوشت پوست ہی رکھتے ہیں۔"

"تو میرے توسط سے عشق کرنا چاہتے ہیں!" ظفر الملک بھنا کر بولا۔

"کیا مضائقہ ہے آدمی ہی آدمی کے کام آتا ہے۔"

ظفر الملک کچھ نہ بولا۔ جیمسن سا ہو تات "بکواس برائے بکواس" شروع کر دیتا تھا۔ یہ شغل
کر لینے کے بعد ظفر الملک خاموش ہی رہنے میں عافیت سمجھتا تھا ورنہ اس کی زبان کو
بیل کی طرح چلتی ہی رہتی تھی۔

سوٹ پہن کر وہ پھر سوئمنگ پول کی طرف روانہ ہو گئے اور انہوں نے ان دونوں کو
سے دیکھا جو وال ان مخصوص کرسی ہوئی میز کے گرد بیٹھے ہوئے تھے۔

"ہم نے تو سوٹ پہن لئے لیکن وہ دونوں ابھی تک غیر مہذب ہی نظر آرہے ہیں۔"

نے کہا۔

"کیا فرق پڑتا ہے۔" ظفر بولا۔

"میرے لئے تو پڑتا ہے فرق کیونکہ میں گریٹ مغل کی اولاد نہیں ہوں۔"

"تم نے بیہودگی کر کے اچھا نہیں کیا۔"

"یہی بیہودگی کام آئی ہے۔ ورنہ اتنی جلد مل بیٹھنا نصیب نہ ہوتا۔ آپ کی قلابازیوں نے تو بے خبری کر دیا تھا۔"

قریب پہنچے تو دونوں نے اٹھ کر ان کا استقبال کیا تھا اور ڈورا چہک کر بولی تھی۔ "میں تصور بھی نہیں کر سکتی تھی!"

"میرا سیکریٹری زبان دراز ہے۔" ظفر الملک نے کہا۔

"آپ کی مہارت کا لوہا پہلے ہی مان چکی تھی۔" ڈورا نے کہا۔

"بیٹھئے بیٹھئے..." ظفر ہاتھ ہلا کر بولا۔ "آپ کا اسٹائل مجھے بہت پسند آیا تھا۔ اور میں چاہتا تھا کہ آپ ذرا سی ترقی کر لیں اسی لئے وہ حرکت کی تھی ورنہ میں اسے چھچھورا پن سمجھتا ہوں۔"

"مجھے شرمندہ نہ کیجئے۔"

"کیا کرتے ہیں آپ لوگ۔"

"فی الحال کچھ بھی نہیں۔" مائیکل نے کہا۔ "ہم صرف باتیں کرنا چاہتے ہیں ڈورا یہ مسٹر جیمسن طرز آرائش پر تحقیق کے سلسلے میں تمہیں مدد دے سکیں گے۔"

"یہ تو بڑی اچھی بات ہے!"

"اور ان کے پاس وہ طریقے بھی محفوظ ہیں جنہیں بروئے کار لا کر مغل شہزادیاں اپنی جلد کو ملائم اور خوبصورت رکھتی تھیں۔"

"بے شمار نسخے مجھے زبانی یاد ہیں۔" جیمسن داڑھی کھجاتا ہوا بولا۔

"کیا آج آپ کا بوتیک بند ہے۔" ظفر الملک نے پوچھا۔

"ہفتے میں صرف پانچ دن کام کرتے ہیں دو دن کی چھٹی کل بھی بند رہے گا بوتیک۔" مائیکل نے جواب دیا۔

"ٹھیک اسی وقت ایک ویٹر نے ان کے قریب آ کر ظفر الملک سے کہا تھا۔ "آپ کی کال ہے جناب۔"

"اوہ... اچھا... معاف کیجئے گا... میں ابھی آیا۔" ظفر اٹھتا ہوا بولا۔ اس ہوٹل میں جانی پہچانی شخصیت تھا۔

ڈائننگ ہال کے کاؤنٹر پر پہنچ کر اس نے کال ریسیو کی تھی۔ دوسری طرف سے عمران کی آواز آئی۔ "بہت تیزی دکھا رہے ہو۔"

"آپ کہاں ہیں...؟"

"تمہارے آس پاس ہی... اپنے جسم جھٹکے کو قابو میں رکھنا...!"

"اس کے بعد کیا کرنا ہے۔"

"بتایا جائے گا۔ اس وقت بات کرنے کی ضرورت یوں محسوس ہوئی کہ ایک آدمی تم دونوں میں دلچسپی لے رہا ہے۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"لڑکی کے ساتھی نے پیچھے ہی تمہیں روک کر گفتگو شروع کی تھی... وہ تمہاری طرف متوجہ ہو گیا تھا... اور اب باقاعدہ طور پر تمہاری نگرانی کر رہا ہے۔"

"کون ہے...؟"

"اس کی فکر نہ کرو... اسے میں دیکھ لوں گا۔ بس تم اس کا خیال رکھنا کہ آج کی ملاقات ہوٹل ہی تک محدود رہے۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"کیا اس وقت اتنے ناسمجھ ہو گئے ہو یا پہلے بھی تھے؟ احمق آدمی میں یہ کہہ رہا تھا۔ اس کے ساتھ کہیں جانا مت۔"

"بہت بہتر...!"

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا... اور وہ ریسیور رکھ کر گردن سہلاتا ہوا سوئمنگ پول کی طرف چل پڑا۔

یہاں جیمسن نے جلد کو ملائم رکھنے والے نسخے چھیڑ رکھے تھے۔ کہہ رہا تھا۔

"اونٹ کی مینگنی کو جلا کر راکھ میں تبدیل کر لیجئے... اور پھر اسے خالص شہد میں ملا لیجئے۔ پیسٹ تیار ہو گیا۔ رات کو سوتے وقت چہرے پر لیپ کیجئے اور صبح اٹھ کر بھیڑ کے دودھ سے منہ دھو لیجئے۔"

"یہ سب کچھ تو آسان ہے... لیکن بھیڑ کا دودھ...!" ڈورا نے احتجاج کیا۔

"مقامی شہریوں کے لئے کچھ مشکل نہ تھا... بیک اپ کی بھیڑیں ان کا ریوڑ الگ سے ترتیب دیا جاتا تھا۔"

"تو ہمارے لئے کچھ کرو مسٹر جیمسن۔" ڈانیل نے کہا۔ "کوئی ایسا نسخہ بتائیے۔"

"ایسا کوئی نسخہ زبانی یاد نہیں... لیکن ایسے نسخے بھی فراہم کر سکوں گا۔"

"بہت بہت شکریہ۔"

ظفر عمران کی کال ریسیو کرنے کے بعد سے اور بھی سنجیدہ ہو گیا تھا۔ لیکن اس نے یہ معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی تھی کہ اس کی نگرانی کون کر رہا تھا۔

اس نے جیمسن سے کہا۔ "فیکٹری سے کال آئی تھی۔ ورکرز نے ہڑتال کی دھمکی دی ہے۔"

جیمسن نے قہقہے لگائے تھے اور برا سا منہ بنا کر بولا تھا۔ "ہڑتال ضرور ہوگی۔"

"تو خوش رہو۔ تمہیں جرأت کیسے ہوئی ایسی بات کہنے کی۔"

"میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں یور ہائی نس...!"

◆

اور تہمینہ جوش رقابت میں سہیل کے سامنے ڈورا کو گالیاں دے سکتی تھی تو شہیر والا بھی اسی طرح لاعلم رہ سکا ہو گا۔ تہمینہ نے کبھی نہ کبھی اس پر بھی بات واضح کر دی ہوگی کہ وہ شہیر اور ڈورا کے تعلقات کے بارے میں جانتی ہے۔

اسی طریقے کے تحت عمران نے براہ راست ڈورا سے رابطہ قائم کرنے کی بجائے ظفر الملک سے حالات کا مشاہدہ کرنے کی کوشش کی تھی... اور پھر یہ بات اس پر واضح ہو گئی تھی کہ ... یہ خانہ بھی خالی نہیں چھوڑا۔

اس کے آدمیوں نے ڈورا کے بیٹھے والوں پر نظر رکھنی شروع کر دی تھی۔

اس وقت عمران اس شخص کا تعاقب کر رہا تھا جس نے ظفر الملک اور جیمسن کا تعاقب ان کی قیام گاہ تک کیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد اس نے اپنی موٹر سائیکل وہیں روکے رکھی تھی۔ اور نمبر پلیٹ پر ظفر الملک کا نام پڑھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ عمران نے اپنی گاڑی اس سے خاصے فاصلے پر روک دی تھی۔

موٹر سائیکل حرکت میں آئی تو اس نے بھی انجن اسٹارٹ کیا۔ لیکن اس آدمی نے تو پھر ہوٹل کا رخ کیا تھا جہاں سے روانگی ہوئی تھی۔

ڈورا اور اس کا پارٹنر اب بھی وہیں تھے شائد انہوں نے چھٹی کا دن وہیں گزارنے کا فیصلہ کیا تھا۔

عمران نے بھی وہیں ڈیرا ڈال دیا... ریڈی میڈ میک اپ میں تھا اس لئے دوسروں سے الگ تھلگ ہی رہنا چاہتا تھا۔ اس میک اپ میں شکل ایسی خوفناک ہو جاتی تھی کہ دوسروں کی نظریں بار بار اسی کی طرف اٹھنے لگتی تھیں۔

تھوڑی ہی دیر بعد وہ اکتا گیا۔ ضروری نہیں تھا کہ وہ آدمی ان دونوں کے وہاں سے جانے تک بھی کچھ اور کرتا۔ گویا حقیقتاً وہ ڈورا کرسٹی کی نگرانی اس نقطہ نظر سے کر رہا تھا کہ اگر کوئی اجنبی اس میں دلچسپی لے تو اس کا نام اور پتہ معلوم کرنے کی کوشش کرے ورنہ وہ صرف ظفر الملک کی قیام گاہ تک جا کر کیوں پلٹ آتا۔

بہر حال اسے جو کچھ معلوم کرنا تھا کر چکا تھا۔ اب کسی ماتحت کو اس کی نگرانی پر مامور کیا جا سکتا تھا۔

بلیک زیرو سے فون پر گفتگو ہوئی تھی اور اسے اس آدمی سے متعلق ہدایات دے کر وہ کسی کی آمد کا منتظر رہا تھا۔ بیس منٹ گزرنے کے بعد اس نے ٹوائلیٹ کا راستہ لیا

یہاں اس نے ریڈی میڈ میک اپ نکال کر جیب میں رکھا تھا اور واش بیسن پر جھک کر منہ دھونے لگا تھا...! پھر سیدھا ہو کر چہرہ خشک کر رہا تھا کہ کیپٹن خاور دکھائی دیا! ہدایت کے مطابق وہ اسی جگہ پہنچا تھا جہاں بلیک زیرو نے اسے عمران سے ملنے کو کہا تھا۔

"دن میں کتنی بار منہ دھویا جاتا ہے۔" اس نے ہنس کر پوچھا۔

"جتنی بار کوئی نئی لڑکی سامنے آتی ہے۔ پھر دوسری کے لئے منہ دھو رکھتا ہوں۔"

"محاوروں کے صحیح استعمال کا سلیقہ ہوتا جا رہا ہے۔"

"یک کا نام سلیقہ بھی ہے.... بہر حال اب تو منہ دھو ہی چکا ہوں۔ دیر تک تمہاری شکل نہیں دیکھ سکتا سوئمنگ پول کی نشستوں میں سے ایک پر ایک آدمی ہے۔ جس کی نگرانی تمہیں ہے۔ نیلے کوٹ اور سرخ ٹائی والا.... بائیں گال پر چوٹ کا واضح نشان ہے جو دور سے بھی نظر آتا ہے بس اب جاؤ۔"

خاور کے چلے جانے پر اس نے دوبارہ ریڈی میڈ میک اپ ناک پر فٹ کیا تھا اور سوئمنگ پول کے قریب سے گزرے بغیر پارکنگ لاٹ کی راہ لی تھی۔

گاڑی میں بیٹھتے وقت بھی فیصلہ نہ کر سکا کہ اب اسے کیا کرنا چاہئے۔

ایس پی راشد اور کسٹم کے ڈی سی روشن کے متعلق بلیک زیرو کی رپورٹ مل چکی تھی۔ دونوں علامہ کے شاگرد رہ چکے تھے لیکن اس کا کوئی ثبوت نہ مل سکا تھا۔ اب بھی علامہ سے قریبی تعلقات رکھتے ہوں!

"علامہ...!" وہ دانت پر دانت جما کر بڑبڑایا اور گاڑی کا انجن اسٹارٹ کر دیا۔

شیلا اور بشیر اب بھی رانا پیلس ہی میں تھے۔ ایک بار پھر اس کا ذہن بشیر کی طرف متوجہ ہو گیا۔ عمران اس سے ابھی تک علامہ کے خلاف کچھ بھی نہیں اگلوا سکا تھا۔ وہ برابر یہی کہے جا رہا تھا کہ علامہ کا کوئی تعلق نہیں ہو سکتا یاسمین کی موت سے۔ اور شیلا کو اس کے باپ احتی رام نے [illegible] تھا۔

گاڑی پارکنگ شیڈ سے نکل کر سڑک پر آ گئی اور اب وہ رانا پیلس کی طرف جا رہی تھی۔

رانا پیلس میں پہنچ کر سب سے پہلے اس نے فون پر ظفر الملک سے رابطہ قائم کیا تھا۔ دوسری طرف سے اس کی آواز سن کر بولا۔ "تمہارا تعاقب کیا گیا تھا۔ تعاقب کرنے والے نے تمہاری نمبر پلیٹ بھی بغور دیکھی تھی۔"

"تو پھر اب مجھے کیا کرنا چاہئے۔"

"فی الحال خود ادھر کا رخ نہ کرنا... یہی ظاہر ہونا چاہئے کہ وہ ملاقات اتفاقیہ تھی۔"

"اور اگر ڈورا کرسٹی یا اس کا پارٹنر خود ہی یہاں چلے آئیں تو"

"میں تمہیں اس صدی کا سب سے خوبصورت آدمی تسلیم کروں گا۔" عمران خوشی [illegible] کرتا ہوا بولا تھا۔

"میں نہیں سمجھا!"

"اپنی خوبصورتی سمجھ میں نہیں آتی۔ دوسرے سمجھتے ہیں اگر وہ خود ہی [illegible] تو کوئی مضائقہ نہیں [illegible] اور تمہیں اس کے ملنے جلنے والوں میں ایک قد آور اور جسیم پکی پر نظر رکھنی ہے۔ ایسی ہی ہے [illegible] غیر ملکی نہیں۔"

"بہت بہتر۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"لیکن تم اس سلسلے میں [illegible] سے براہ راست کسی قسم کی پوچھ گچھ نہیں کرو گے۔"

"پکی کا نام؟"

"میں نہیں جانتا۔ تمہیں اسے تلاش کرنا ہے اس کے بعد نام بھی خود ہی معلوم کر سکو گے۔"

"میں سمجھ گیا! تاتا! مجھے یہ معلوم کرنا ہے کہ اس کے حلقہ احباب میں کوئی ایسی [illegible] شامل ہے یا نہیں۔"

"خاصی دیر لگا دی سمجھنے میں۔ کیا بات ہے۔"

"کوئی بات نہیں۔"

"او کے۔ بس۔" کہہ کر عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا۔ بلیک زیرو قریب ہی موجود تھا۔

"میں سوچ رہا تھا جناب۔" اس نے کہا۔ "اس کیس کا تعلق ہمارے محکمے سے تو نہیں۔"

"قطعی نہیں ہے۔ اس کا تعلق ثریا کی سسرال سے ہے۔"

"یعنی کہ!"

"بات یاسمین کی موت سے شروع ہوئی تھی جو ثریا کی سسرالی عزیزہ تھی۔ سسرال بھی کہنے کی ضرورت نہیں۔ ہمارا ملک تو سسرالوں پر مشتمل ہے۔ اس کے باوجود بھی بچوں کا خیال ہے کہ ہمارے ملک کا سب سے بڑا مسئلہ طوائف ہے۔"

"کیا آپ رات بھر نہیں سوئے؟" بلیک زیرو نے ہمدردانہ لہجے میں پوچھا۔

"شاید میں کوئی غیر ضروری بات کہہ گیا ہوں۔" عمران نے خود کلامی کے سے انداز میں [illegible]

یہ مطلب نہیں تھا۔" بلیک زیرو جلدی سے بولا۔ "میں تو کسی اور وجہ سے پریشان ہوں۔ آپ کی حالت بہتر نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے، پوچھتے رہو۔" عمران نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

"میرا خیال تھا کہ میاں توقیر پارٹی کے کوشش میں ضرور شرکت کریں گے اور خاص طور پر اسی [illegible] مگر ان پر تو صرف رسمی سی کوشش [illegible] کوشش کا آغاز [illegible] پارٹی نے بعض سے معلوم کرنے کی کوشش کی [illegible] پوچھا۔

ضروری نہیں۔ میں جانتا ہوں کہ کچھ معاملات کی وجہ سے وہ شرکت نہیں [illegible] شاید انہیں بدل دی [illegible] اور سوچ رہے۔ کوئی اور طریقہ اختیار کرے گا۔ جولیا کو میں نے صرف اسی لئے بھیجا تھا کہ وہ سفر کے دوران میں ان کی نگرانی کر سکے۔"

"صفدر جاوید کے ذریعے علامہ کیا کرنا چاہتا ہے؟"

"نہیں کہے گے۔۔۔۔ فی الحال تو میاں صاحب اس کے عشق میں مبتلا ہو گئے ہیں جو جولیا کی رپورٹ سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ اب میں ذرا ایڈیٹر کو دیکھ لوں۔!"

"او [illegible] اس کے بارے میں تو بتانا ہی بھول گیا [illegible] اس پر دیوانگی کے دورے پڑنے لگے ہیں۔ جس کمرے میں تھا اس کا سارا فرنیچر چورا کر دیا۔"

"عجیب سی بات ہے۔"

"ہاں صحیح۔"

"ہو تم نے اتنی اہم بات بھلا دی تھی۔" عمران اسے گھورتے ہوئے بولا۔

"معافی چاہتا ہوں۔"

"آخر ہمیں کیا ہوتا جا رہا ہے تم لوگوں کو [illegible] کی سمجھ میں کچھ نہیں آتا [illegible] کسی کو پتہ [illegible] بہرحال اسے دوسرے فرنشڈ کمرے میں منتقل کر دیا یا نہیں۔"

"دوسرے فرنشڈ کمرے میں۔" بلیک زیرو کے لہجے میں حیرت تھی۔

عمران نے مایوسانہ انداز میں سر کو جنبش دی اور اس کمرے کی طرف چل پڑا جہاں سے کلوز سرکٹ ٹی وی سسٹم پر ایڈیٹر کے کمرے کی حالت دیکھ سکتا۔

ایڈیٹر کمرے کے فرش پر چت پڑا نظر آیا۔ اپنے سارے کپڑے اس نے پھاڑ ڈالے تھے۔

پورے کمرے کو الٹ پلٹ کر رکھ دیا تھا۔ ایسی توڑ پھوڑ مچائی تھی کہ کسی چیز کو بھی قابل [illegible] نہیں چھوڑا تھا۔ عمران نے طویل سانس لی اور اس طرح منہ چلانے لگا جیسے کسی [illegible] کی جڑ سے چٹخارہ لیا ہو۔

کچھ دیر بعد وہ قفل کھول کر پیٹر کے کمرے میں داخل ہوا تھا۔ لیکن پیٹر کی پوزیشن میں [illegible] تبدیلی نہ دیکھ کر وہیں ٹھٹک گیا۔ وہ بدستور چپ پڑا اسے لاتعلقی سے دیکھے جا رہا تھا۔

"پیٹر...!" عمران نے اونچی آواز میں کہا۔ "مجھے تم سے ہمدردی ہے۔!"

"ہمدردی اے"... پیٹر کسی بندر کی طرح چہکا تھا۔ "ہمدردی کیا... جی... جی"

"جی... جی...!" عمران نے استفہامیہ انداز میں سر کو جنبش دی۔!

"چہ چیاں... چہ لس...!" پیٹر حلق کے بل بولا۔

"چہ وس چہ وس...!" عمران نے پھر سر ہلایا تھا۔

"چہ... راں...!" پیٹر اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ چہرے سے نہیں ظاہر ہوتا تھا کہ اسے [illegible] برہمی کا ذرہ برابر بھی احساس ہو۔

"دیکھو بیٹے... اگر میں تمہیں جان سے بھی مار دوں تو کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوگی۔ پولیس اب تک جھک مارتی پھر رہی ہے... اور شہزور نے تو تہلکہ مچا رکھا ہے... نہیں تم [illegible] تھے وہیں ہو۔"

"چہ اس... چیاں۔!" پیٹر نے اس پر چھلانگ لگا دی... عمران نے جھک کر اسے پشت پر لیا تھا اور دوسری طرف الٹ دیا تھا!

"تھس... تھس... تھس۔!" وہ کسی ہزیمت خوردہ کتے کی سی آواز نکالتا رہا۔ فرش پر سے دوبارہ اٹھنے کی بھی کوشش نہیں کی تھی۔

"میں دیکھوں گا کہ یہ ڈھونگ کب تک چلتا ہے۔!" عمران نے کہا اور کمرے سے [illegible] دروازہ دوبارہ مقفل کر دیا۔

اس کے چہرے پر گہری تشویش کے آثار تھے۔ بلیک زیرو پھر آ گیا۔

"دیکھا آپ نے...!"

"میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ یہ ڈھونگ ہے یا سچ مچ اس کا دماغ الٹ گیا ہے۔"

"خدا جانے...!" بلیک زیرو نے کہا۔ "ابھی ابھی اطلاع ملی ہے کہ علامہ [illegible] میں بیٹھا اس کا انتظار کر رہا ہے۔ کیپٹن فیاض موجود نہیں ہے!"

عمران نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے ایک لمبی سی "ہوں" کی تھی۔

* * *

کیپٹن فیاض سر جھکائے بیٹھا تھا اور علامہ بری طرح گرج برس رہا تھا۔

"اگر صورت حال یہی رہی تو مجبوراً مجھے براہ راست وزیر اعظم سے گفتگو کرنی پڑے گی۔"

"میں ایک بار پھر آپ کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ میرے محکمے کا کوئی آدمی نہ آپ کا تعاقب کر رہا ہے اور نہ آپ کی قیام گاہ کی نگرانی کرائی جا رہی ہے۔!"

"اس وقت بھی ایک موٹر سائیکل پیچھے لگی رہی تھی۔!"

"تو پھر اس کا یہ مطلب ہوا کہ تعاقب کرنے والا باہر آپ کی واپسی کا منتظر ہوگا۔!"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں۔"

"ٹھہریئے... میں خود چیک کروں گا... لیکن اس کے لئے آپ کو بھی باہر نکلنا پڑے گا۔ مطلب یہ کہ جس طرح آئے تھے اسی طرح روانہ ہو جایئے... میں دیکھ لوں گا۔!"

"میں سمجھ گیا... چلئے...!" علامہ اٹھتا ہوا بولا۔

فیاض کو مزید ہدایات نہیں دینی پڑی تھیں۔ علامہ بالکل اسی طرح رخصت ہوا جیسے کوئی بات ہی نہ ہو۔

اس کی گاڑی کافی دور نکل گئی تھی۔ فیاض نے اپنی گاڑی سڑک پر نکالی اور اس کے پیچھے چل پڑا۔

تھوڑی ہی دیر بعد فیاض کو علامہ پر شدت سے غصہ آیا تھا۔

قریباً ایک میل کا فاصلہ طے کر لینے کے بعد بھی کوئی ایسا نہ دکھائی دیا جس پر تعاقب کرنے کا شبہ کیا جا سکتا... اور کسی موٹر سائیکل سوار کا تو دور دور تک پتہ نہیں تھا۔

دوڑ جاری رہی... حتیٰ کہ علامہ اپنی کوٹھی تک پہنچ گیا... فیاض کی [illegible]

کے اندر لیتا چلا گیا تھا۔

"دیکھا آپ نے۔" علامہ نے اپنی گاڑی سے اترتے ہوئے کہا۔

"دیکھ تو لیا ہوں۔ لیکن مجھے تو کوئی ایسا آدمی نظر نہیں آیا جس پر شبہ کیا جا سکتا۔ خصوصیت سے آپ کے پیچھے کوئی موٹر سائیکل تھی اور نہ میری گاڑی کے پیچھے۔"

علامہ کچھ نہ بولا۔ لیکن اس کی آنکھوں میں حیرت کے آثار صاف پڑھے جا سکتے تھے۔

"اور اب کوٹھی کے آس پاس ایسے لوگوں کو بھی تلاش کروں گا جن پر نگرانی کا شبہ کیا جا سکے۔" فیاض بولا۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا۔" علامہ آہستہ سے بڑبڑایا۔

"آپ اندر تشریف لے چلیے۔" فیاض نے کہا۔ "میں آس پاس نظر دوڑا کر ابھی آیا۔"

وہ اپنی گاڑی سے اتر کر کمپاؤنڈ کے پھاٹک پر آیا تھا۔ یہاں بھی کوئی ایسا ملا جسے فیاض علامہ کے بیان پر فٹ کر سکتا۔ پھر اس نے باہر سے کوٹھی کے گرد بھی ایک چکر لگایا تھا اور ناکام واپس ہوا تھا۔ "آخر یہ حضرت چاہتے کیا ہیں؟" وہ سوچ رہا تھا۔ وزیر اعظم سے شکایت کرنے کی دھمکی سے ذہن تھی

بہرحال تھا ضرور کوئی چکر اور پھر اسے عمران کا خیال آیا ساتھ ہی علامہ کے وہ شاگرد بھی یاد آئے جنہیں کسی نے اغوا کیا تھا۔ اور پھر حیرت انگیز طور پر چھوڑ بھی دیا تھا۔

علامہ اسے دیکھ کر ہنستا ہوا بولا۔ "کیا اب مجھ پر دماغی خرابی کا بھی الزام آنے والا ہے۔"

"بظاہر تو حالات ایسے ہی ہیں۔" فیاض نے خشک لہجے میں کہا۔

"یعنی کوئی ایسا نظر نہیں آیا۔"

"جی نہیں۔" فیاض نے کہا۔ "بہرحال آپ مطمئن رہیے۔ اگر کوئی آپ کی نگرانی کرتا بھی رہا ہے تو وہ کم از کم میرے محکمے کا کوئی آدمی نہیں ہو سکتا۔"

"اگر ایسا ہے تو مجھے بے حد افسوس ہے۔ تشریف رکھیے اور مجھے معاف کیجیے۔"

"لیکن کوئی اور بھی تو آپ کے معاملات میں دلچسپی لے رہا ہے۔" فیاض بیٹھتا ہوا بولا۔

"ہاں... وہ نامعلوم آدمی جس نے میرے شاگردوں کو قید کر رکھا تھا لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا وہ کون ہے اور کیوں میرے پیچھے پڑ گیا ہے اور یاسمین کا قتل میرے سر کیوں تھوپنا چاہتا

ہے۔ اگر اسے کوئی بلیک میلر سمجھ لیا جائے تو آخر مقصد کیا ہے جبکہ ابھی تک اس کا کوئی مطالبہ بھی میرے سامنے نہیں آیا ہے۔"

"میرا محکمہ اس نامعلوم آدمی میں دلچسپی لے رہا ہے۔"

علامہ کچھ نہ بولا۔ اس کی آنکھوں میں فکرمندی جھلک رہی تھی۔

"آپ بھی کسی ایسے آدمی کی نشاندہی نہیں کر سکتے جو آپ کو دکھ دینے کے لیے اس حد تک جا سکے۔"

"میں کیا بتاؤں۔ جبکہ میں کسی کو بھی اپنا دشمن سمجھنے پر تیار نہیں۔"

"آپ کے دو شاگردوں کا ابھی تک سراغ نہیں مل سکا۔"

"شیلا اور پیٹر۔"

"جی ہاں وہی۔" فیاض سر ہلا کر بولا۔ "اور اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس نے ان دونوں کو کیوں نہیں چھوڑا۔"

"ہو سکتا ہے وہ دونوں اس کی دانست میں میرے متعلق دوسروں سے زیادہ معلومات رکھتے ہوں۔" علامہ مسکرا کر بولا تھا۔

"اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ دونوں خود ہی روپوش ہو گئے ہوں۔"

"خدا جانے۔" علامہ بیزاری سے بولا۔

"شیلا بہرحال ہماری سمت پر ہے۔ کیونکہ وہ یاسمین کے گھر والوں کو دھوکے میں رکھ کر ادھر ادھر لیے پھرتی تھی۔"

"ان کے ذاتی معاملات تھے۔"

"اچھی بات ہے اب اجازت دیجیے۔" فیاض اٹھتا ہوا بولا۔

"چائے۔"

"نہیں شکریہ ایک بے حد ضروری کام چھوڑ کر آیا تھا۔"

فیاض پھر آفس کی طرف چل پڑا تھا جھنجھلاہٹ کا یہ عالم تھا کہ سختی سے دانت پر دانت جمائے ہوئے تھے۔ جبڑے دکھنے لگے تھے۔

سیٹ پر بیٹھتے ہی پتہ چلا تھا کہ سیکرٹری نے ان لوگوں کی لسٹ پیش کر دی تھی۔ جن کی وہ

کالز اس کی عدم موجودگی میں آئی تھیں سب کے اوپر عمران کا نام دیکھ کر چونک اٹھا۔

"تم نے ان لوگوں کے فون نمبر نہیں لکھ لیے۔"

"کسی نے بتایا ہی نہیں جناب۔!"

"تمہیں معلوم کرنا چاہئے تھا۔ ہو سکتا ہے ان میں سے بعض لوگ اہم ہوں۔"

"غلطی ہوئی جناب۔!"

فیاض کچھ اور کہنا چاہتا تھا کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

اس نے ہاتھ بڑھا کر جلدی سے ریسیور اٹھایا تھا اور دوسری طرف سے عمران کی آواز سن کر طویل سانس لی تھی۔

"کیا بات ہے۔؟" اس نے خود پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے پوچھا۔

"خیریت دریافت کرنے کے علاوہ اور کیا غرض ہو سکتی ہے۔!"

سیکریٹری اب بھی میز کے قریب ہی موجود تھا۔ فیاض نے بائیں ہاتھ سے پنسل سنبھالی [illegible] پیڈ پر کچھ لکھنے کی کوشش کرنے لگا ساتھ ہی عمران سے کہتا جارہا تھا۔

"تم بہت زیادتی کر رہے ہو۔ پچھتاؤ گے۔"

"علامہ کیوں آیا تھا۔؟" عمران نے پوچھا۔

"کیا مطلب۔؟"

"مجھے اطلاع ملی تھی کہ وہ تمہارے آفس میں بیٹھا ہوا ہے۔"

"کس سے اطلاع ملی تھی۔!"

"میرے اپنے ذرائع ہیں۔! اگر مناسب سمجھو تو مجھے بھی بتا دو۔!"

فیاض نے بائیں ہاتھ سے لکھی جانے والی تحریر کی طرف سیکریٹری کو متوجہ کیا تھا اور عمران سے بولا تھا۔ "آپ سے شکایت ہے کہ میرے محکمے کے لوگ اس کی نگرانی کر رہے ہیں۔ کہہ رہا تھا اگر یہ سلسلہ بند نہ کیا گیا تو وہ براہ راست وزیر اعظم سے شکایت کرے گا۔؟"

سیکریٹری نے جھک کر تحریر پڑھی تھی اور تیزی سے باہر چلا گیا تھا۔

"تو پھر اب تم کیا کرو گے۔؟"

"کچھ بھی نہیں۔ دیکھا جائے گا۔!"

"حالانکہ میں قسم کھانے کے لئے تیار ہوں کہ تمہارا محکمہ بالکل معصوم ہے۔ اب قصہ [illegible] خواہ مخواہ اس کے پیچھے لگا ہوا ہے یہ علامہ [illegible] وہاں سر جائے گی [illegible] کیا [illegible]"

"کیوں بکواس کر رہے ہو۔!"

"یقین کرو میں جانتا ہوں تمہارا محکمہ پورے طور پر اس معاملے سے منسلک تو نہیں ہے۔!"

"یہ بھی نہیں ہے۔"

"پھر تو پھر یہ بات ہوئی کہ تم محض اپنی گرل فرینڈ [illegible] اس معاملے سے دلچسپی لے رہے تھے۔!"

"یہی سمجھ لو...!" فیاض غرایا۔

"لیکن تم کیوں لگے تھے علامہ کے پیچھے۔!"

"وہ... تو وہ تمہارے آدمی ہیں۔"

"تم بھی یہی سمجھ لو۔!"

"نہیں مجھے تو کوئی بھی نہیں، کھائی [illegible] میں اور علامہ کی کوٹھی [illegible]"

"وہ میرے آدمی لگے ہیں۔ ان پر سرکاری چھاپ تو ہے نہیں کہ ہر ایک کو دکھاتے پھریں۔!"

"آگ سے مت کھیلو... اگر اس نے وزیراعظم سے شکایت کر دی اور اوپر سے کوئی حکم آ گیا تو تمہارے والد صاحب بھی بے بس ہوں گے۔!"

"یار تم ہر بات پر والد صاحب کا حوالہ کیوں دے بیٹھتے ہو۔!"

"خیر اندیش ہوں اُن کا۔!"

"کیا ابھی تک وہ شخص واپس نہیں آیا جس سے تم نے میرا فون منقطع کروایا تھا۔!"

"نہیں۔!" فیاض نے غیر ارادی طور پر کہا اور پھر گڑبڑا کر بولا۔ "کیا کہا تھا تم نے آواز صاف نہیں آ رہی تھی۔!"

"غزل سرائی جاری رکھو... اگر ایکس چینج سے میرے فون کے نمبر معلوم کر سکے تو ساڑھے دس آنے پاؤ موتی چور کے لڈو کھلاؤں گا۔"

"سنجیدگی سے گفتگو کرو... باز آجاؤ اپنی حرکتوں سے۔!"

"پھر پھانسی کا پھندا کس کی گردن کے لئے تیار کیا جائے۔!"

"کیا مطلب؟"

"یاسمین کی موت اتفاقیہ نہیں تھی، یہ ثابت ہو چکا ہے۔"

"سوتیلی ماں کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ میں اب بھی اپنی بات پر قائم ہوں۔"

"اچھا تو پھر منتظر رہو.... سول پولیس کی ناکامی کے بعد کیس تمہارے ہی پاس پہنچے گا"

"یقین کرو.... اسی کا انتظار ہے۔" فیاض غرایا۔

اتنے میں سیکریٹری بھی واپس آ گیا تھا۔ فیاض نے اس کی طرف دیکھا لیکن اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔

اور فیاض اچانک بہت زیادہ بھڑک کر بولا۔ "جہنم میں جاؤ۔"

اس نے ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا تھا۔

"ایکس چینج سے کیا معلوم ہوا؟" وہ سیکریٹری کی طرف دیکھے بغیر بولا۔

"ایکس چینج نے معذوری ظاہر کی ہے جناب۔"

"کیا تم نے محکمے کا حوالہ اور نمبر سمیت نہیں دیا تھا۔"

"دیا تھا جناب! وہ ٹریک نہیں کر سکے۔"

"جاؤ۔" وہ ہاتھ ہلا کر بولا۔ اور سیکریٹری کے جاتے ہی صوفہ کرسی کی پشت گاہ سے ٹک کر اس طرح رہ گیا جیسے کوہ پیمائی کے بعد ڈھیر ہو گیا ہو۔ تقریباً پانچ منٹ تک یہی کیفیت رہی تھی پھر اس نے شانوں کو جنبش دی تھی اور گردن جھٹک کر سیدھا ہو بیٹھا تھا۔

پھر فون کی طرف ہاتھ بڑھا کر رحمان صاحب کے نمبر ڈائل کئے تھے۔

دوسری طرف سے ان کے سیکریٹری کی آواز سن کر بولا تھا "کیپٹن فیاض! صاحب سے ملاؤ۔"

"ایک منٹ جناب!" دوسری طرف سے آواز آئی اور فیاض انتظار کرتا رہا۔

"ہیلو!" رحمان صاحب کی آواز آئی تھی۔

"فیاض سر!"

"کیا بات ہے؟"

"حاضر ہونا چاہتا ہوں۔"

"کوئی خاص بات۔"

"جی ہاں۔"

"چلے آؤ۔" دوسری طرف سے آواز آئی تھی اور پھر سلسلہ منقطع ہو جانے پر فیاض نے بھی ریسیور رکھ دیا تھا۔

آندھی اور طوفان کی طرح رحمان صاحب کے دفتر کی طرف روانہ ہوا۔ عمران کے خلاف کس طرح ابل رہا تھا۔ دفتر پہنچ کر انتظار نہیں کرنا پڑا تھا۔ رحمان صاحب نے فوراً ہی اندر بلوا لیا تھا۔ کسی تمہید کے بغیر ہی یاسمین سے علامہ کی دھمکی کی بات اور اپنی بھاگ دوڑ کی روداد شروع کر دی تھی.... رحمان صاحب سکون کے ساتھ سنتے رہے پھر عمران کا ذکر نکلا.... اور بات ختم ہو گئی۔ جیسے اب وہ کچھ بھی نہ بولے۔

"اور کچھ۔" انہوں نے اس کے خاموش ہونے پر پوچھا تھا۔

"جی نہیں۔"

"کیا علامہ نے عمران کے خلاف شبہ ظاہر کیا تھا۔"

"جی... جی... نہیں۔"

"تو پھر تم اتنے پریشان کیوں ہو؟"

"عمران نے مجھ سے کہا تھا۔"

"ظاہر ہے کہ تم علامہ کو اس سے آگاہ نہیں کرو گے۔"

"یقیناً... جناب میں نے سوچا کہ آپ کے گوش گزار کر دوں... دراصل بات یاسمین کی موت سے شروع ہوئی تھی۔"

"میں جانتا ہوں... جب تک کیس باضابطہ طور پر ہمارے پاس نہ پہنچے ہمیں اس کے بارے میں سوچنا بھی نہیں چاہئے... لیکن کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ تم اس میں کیوں دلچسپی لے رہے ہو۔ مجھے علم تو ہے کہ متعلقہ تھانے کے انچارج کو تم نے اس سلسلے میں کچھ ہدایت بھی دے رکھی ہیں۔"

فیاض کی پیشانی پر پسینے کی بوندیں پھوٹنے لگی تھیں۔ اس نے جیب سے رومال نکال کر پسینہ خشک کیا تھا اور ہکلانے لگا تھا۔ "عم... عمران نے بتایا تھا کہ..."

"بس۔" رحمان صاحب نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "اب تم جا سکتے ہو... مجھے علم ہے کہ تم کیا سوچ رہے ہو... اپنے کام سے کام رکھو۔"

"جب... بہت بہتر جناب.." فیاض اٹھتا ہوا بولا تھا۔

"ٹھہرو..." رحمان صاحب بولے۔ "اگر علامہ کو عمران سے کوئی شکایت ہوگی تو وہ براہ راست پولیس سے رابطہ قائم کرے گا... نجی طور پر تمہارے پاس نہیں دوڑا آئے گا۔"

"جج... جی ہاں... یہ بات تو ہے..."

"بس جاؤ۔"

فیاض بری طرح ہانپتا ہوا ڈی۔جی کے آفس سے برآمد ہوا تھا۔

◆

شیلا جہاز کھانے کے موڈ میں تھی اور عمران مسکی صورت بنائے بیٹھا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے تازہ تازہ یتیم ہوا ہو۔

"جب ایسی شکل ہو جاتی ہے نا تمہاری تو میرا غصہ فرو ہونے لگتا ہے۔" وہ دانت پیس کر بولی۔

"میں چیز ہی ایسی ہوں... مجھ پر غصہ اتار جائیے! لیکن بتاؤ مجھے میں کیا کروں؟"

"یہ مجھ سے پوچھ رہے ہو؟"

"پھر کس سے پوچھوں! اتنی لمبی چوڑی ہو کر بھی تمہیں جیب میں رکھ سکتا ہوں ورنہ پاکٹ بک میں۔!"

"میں وہ نہیں جانتی! آج تمہارے ساتھ ضرور باہر جاؤں گی۔"

"چلنے کا ارادہ رکھنے سے پہلے جو مشق بتائی تھی وہ کی نہ ہو سکی ہوگی؟"

"ہوئی تھی... یہ دیکھو..."

وہ کمرے کے ایک سرے سے دوسرے تک چل گئی تھی اور عمران سے کہا تھا۔ "ہاں آں... کسی حد تک... اب کچھ باتیں کرو۔"

"کیوں اکتا رہے ہو؟"

"کرتے وقت... وہ کچھ بڑی حد تک کنٹرول بھی تو دیکھوں گا۔"

"ناممکن... باتیں کرتے وقت سر ضرور ہلے گا۔"

"یہ مشق تو کر دکھائی ہے..."

"فضول باتیں نہ کرو... ہم اسی میک اپ میں باہر نکلیں گے جس میں اس دن تھے۔"

"اسے بھول جاؤ...! فیروز جانتا ہے کہ واجد اس دن بیچ ہوٹل میں کن لوگوں کے ساتھ تھا اور باہر نکلتے ہی غائب ہو گیا تھا۔!"

"تو پھر کوئی دوسرا میک اپ...!"

"کوئی چیز پڑتی ہے تو نروس ہو جاتی ہو۔"

"اب تمہیں ایسی کوئی شکایت نہ ہوگی۔ اتنے دنوں کی قید نے دل کو پتھر کر دیا ہے۔"

"پیٹر کی دیوانگی کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"تم زہر کی بقیہ مقدار اس کے پاس سے برآمد نہیں کر سکے تھے! ہو سکتا ہے وہی کام آئی ہو۔"

"بقیہ مقدار سے کیا مراد ہے؟"

"ہو سکتا ہے ایک خوراک سے زیادہ مقدار رہی ہو۔!"

"نہیں، اس نے پوری شیشی خالی کر دی تھی شیشی میں نے اس سے چھین لی تھی۔ دراصل اس زہر کو ایک انگشتری میں بھر کر استعمال کیا جاتا۔ انگشتری بھی اس نے میرے حوالے کر دی تھی۔"

"تو پھر بن رہا ہوگا۔"

"نہیں میرا خیال ہے کہ وہ سچ مچ ذہنی توازن کھو بیٹھا ہے۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ اب تم اس سے کچھ بھی نہ اگلوا سکو گے۔"

"دیکھا جائے گا۔!"

"آخر تم ہو کون اور کیا چاہتے ہو۔!"

"سات سو ستر ہویں بار یہ سوال کیا ہے تم نے۔!"

"بہرحال جو کوئی بھی ہو بے حد شریف آدمی ہو۔!"

"شہر میں ہماری کمینگی کے ڈنکے بج رہے ہیں اور آپ فرماتی ہیں بے حد شریف آدمی ہو۔!"

"جو تمہیں کمینہ کہتا ہے خود اس کی سات پشتوں میں بھی کوئی شریف نہ رہا ہوگا۔!"

عمران کچھ کہنے ہی والا تھا کہ سوئچ بورڈ پر سرخ رنگ کا ایک بلب جلدی جلدی جلنے بجھنے لگا تھا

"اوہ.... میں ابھی آیا۔" عمران دروازے کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

شیلا کے کمرے سے نکل کر وہ اس جگہ پہنچا جہاں سے سگنل دیا گیا تھا۔

بلیک زیرو اس کا منتظر تھا۔

"کیا بات ہے؟" عمران نے پوچھا۔

"ابھی ابھی.. اطلاع ملی ہے کہ یاسمین کی بہن بھی مر گئی۔"

"اوہ" عمران سناٹے میں آ گیا۔

"اور یہ کل شام کا واقعہ ہے! گھر میں زینوں سے اتر رہی تھی۔ لڑکھڑائی اور نیچے چلی آئی۔ لوگ اٹھانے دوڑے۔ لیکن وہ مر چکی تھی... تفصیل نہیں معلوم ہو سکی۔"

عمران چند لمحے کچھ سوچتا رہا تھا پھر اس نے فون پر رحمان صاحب کے نمبر ڈائل کئے تھے۔

"ہیلو" دوسری طرف سے رحمان صاحب کی آواز آئی۔

"میں بول رہا ہوں جناب! مجھے بھی کسی دوسرے حادثے کی اطلاع ملی ہے۔"

"تمہارا یہ طریقہ اب ناقابل برداشت ہوتا جا رہا ہے۔" رحمان صاحب کی غصیلی آواز آئی تھی۔

"میں نہیں سمجھا جناب...؟"

"کہاں ہو... مجھ سے ملو..."

"بہت بہتر..."

"میں آفس سے سیدھا گھر جا رہا ہوں۔"

"ابھی حاضر ہوا۔"

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا تھا۔

عمران اچھی طرح جانتا تھا کہ اس کا مقصد کیا ہے.... اس حادثے کے بعد ہی سے رحمان صاحب کی کوٹھی کی کڑی نگرانی ہو رہی ہوگی! یعنی اس نے ادھر کا رخ کیا ہو [illegible] لیکن اب تو جانا ہی تھا۔ روز روشن میں وہ راستہ بھی نہیں استعمال کر سکتا تھا جس کے ذریعے اپنے کمرے سے غائب ہو جایا کرتا تھا۔

دفعتاً وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ بلیک زیرو اسے حیرت سے دیکھ رہا تھا کیونکہ شاید پہلی ہی بار اس نے اس کے چہرے پر جھنجھلاہٹ کے آثار دیکھے تھے۔

"کوئی خاص بات جناب؟" اس نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

"گھر جا رہا ہوں۔"

"خطرناک...!" وہ جلدی سے بولا۔ "گھر کے آس پاس تو اس نے درجنوں آدمی چھپا رکھے ہوں گے۔"

"دیکھا جائے گا۔"

"میک اپ کے بغیر.."

"بس ہو چکا ہے۔"

وہ دانش منزل سے نکل کھڑا ہوا تھا۔ ریڈی میڈ میک اپ بھی استعمال کرنے کی زحمت نہیں گوارا کی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی اندھی چال چلنے کا ارادہ رکھتا ہو!

پیدل ہی روانہ ہوا تھا ایک جگہ رک کر ٹیکسی کا انتظار کرنے لگا!

چہرے کے عضلات ڈھیلے پڑ گئے تھے، آنکھوں میں جھنجھلاہٹ کا شائبہ تک نہیں تھا۔

کچھ دیر بعد ٹیکسی مل گئی تھی اور اس نے ڈرائیور کو کوٹھی کا پتا بتایا تھا۔

کوٹھی تک پہنچ بھی گیا۔ ٹیکسی کمپاؤنڈ میں داخل ہو گئی تھی۔ سارے اندیشے غلط نکلے تھے۔ یا پھر ٹیکسی کو کوئی اہمیت نہیں دی گئی تھی۔

رحمان صاحب اچھے موڈ میں نہیں تھے، عمران کو دیکھتے ہی برس پڑے۔

"تم کیا کرتے پھر رہے ہو۔"

"ابھی تک تو کچھ بھی نہیں کر سکا۔"

"پھر کر بھی نہیں سکو گے۔ وہی ہوا جو سول پولیس پہلے کرنا چاہتی تھی۔"

"یعنی... یاسمین کی سوتیلی ماں کی گرفتاری؟"

"ہاں... اس کی بہن کی موت..."

"کیا اس نے اس کو زینوں پر سے دھکا دے دیا تھا!"

"وہ نیچے گرنے سے پہلے ہی مر گئی تھی۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"زہر...! لاش کا پوسٹ مارٹم بھی ہوا ہے۔"

عمران ہونٹ سکوڑ کر رہ گیا۔

"تو اب یہ کیس میرے محکمے کو ریفر کر دیا گیا ہے؟"

"تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ علامہ کا پیچھا چھوڑ دیا جائے۔"

رحمان صاحب کچھ نہ بولے۔

"آپ نے رہبر کی بات کی تھی۔" عمران تھوڑی دیر بعد بولا۔

"ہاں، رہبر کو کھانسی کی شکایت ہو گئی تھی۔ ایک کف سیرپ پی لی تھی ... میں زہر کی آمیزش پائی گئی۔"

"کف سیرپ اس کی موت کے بعد ہی ہاتھ آیا ہوگا؟"

"ہاں!"

"موت کے بعد پولیس تک اطلاع پہنچنے سے قبل خاصا وقت ملا ہوگا سوتیلی ماں کو"

رحمان صاحب کچھ نہ بولے... عمران کہتا رہا... "پہلے ایک حادثہ ہو چکا تھا۔ اس سے سوتیلی ماں کو اس سلسلے میں محتاط ثابت ہونا چاہیے تھا۔ پولیس کے پہنچنے سے قبل وہ کف سیرپ کو شیشی سمیت صاف کر سکتی تھی۔"

"میں کب کہتا ہوں کہ مجھے اس کے مجرم ہونے پر یقین ہے۔"

"بظاہر حادثاتی موت تھی۔ پوسٹ مارٹم کی تجویز کس کی طرف سے ہوئی؟"

"ایس پی راشد کا علاقہ ہے۔"

"اوہو۔"

رحمان صاحب تولنے والی نظروں سے اسے دیکھ رہے تھے۔ عمران تھوڑی دیر بعد بولا۔

"پھر آپ کا محکمہ کیا کرے گا؟"

"بیگم تصدق کو حراست میں لینا پڑے گا۔"

"بے حد ضروری ہے۔" عمران بولا۔ "ورنہ شاید تیسرا شکار خود مسز تصدق ہوں گی۔ اس جرم کو بہر حال بیگم تصدق کے سر تھوپنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔"

"علامہ والی بات سمجھ میں نہیں آئی۔"

دفعتاً عمران چونک پڑا تھا۔

"مسز تصدق کے فون نمبر ہیں آپ کے پاس؟" اس نے رحمان صاحب سے پوچھا۔

"کیوں؟"

"ضرورت ہے مجھے۔"

"تم اب اس معاملے سے الگ ہو جاؤ۔"

"اب الگ ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ ہو سکتا ہے وہ بھی میں ختم کر دیا جاؤں۔"

"کیا مطلب ... اوہ تو کیا یہ حقیقت ہے کہ علامہ کے شاگردوں کے غائب ہو جانے میں تمہارا ہی ہاتھ تھا۔"

"جی ہاں۔"

"شیخ نور وغیرہ۔"

"میں نہیں جانتا کہ وہ کہاں ہیں۔" عمران نے کہا

"سنو! تم میری آنکھوں میں دھول نہیں جھونک سکتے۔" رحمان صاحب غرائے!

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ ان دونوں کے غائب ہو جانے کے بعد ہی میں نے بقیہ لوگوں کو پڑھا۔ لیکن وہ علامہ کے بارے میں زیادہ نہیں جانتے تھے۔"

"اب مجھے آخری بات بتاؤ ... کیا علامہ کسی طرح سر سلطان کے محکمے کی گرفت میں بھی آ سکتا ہے۔"

"فی الحال یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا۔"

"تو پھر تم کہاں سے آ ٹپکے؟"

"ثریا نے کہا تھا بیگم تصدق اس کی کوئی سسرالی رشتہ دار ہوتی ہیں۔"

"مجھے معلوم ہے ... کیا تم صرف ثریا کے کہنے پر ..."

"جی ہاں بات تو اسی نکتے سے شروع ہوئی تھی ... لیکن دیکھیے قدم کہاں ہو آتے ہیں۔ آپ کا محکمہ اپنا کام کر رہا ہے اور میں اپنا دیکھوں گا۔"

"علامہ کے خلاف کتنے ثبوت فراہم کیے ہیں؟"

"ثبوت ہی تو نہیں فراہم کر سکا ابھی تک۔"

"تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا۔"

سب تو میرا ابھی بھی خیال ہے! بیگم تصدق پر الزام نہ آنے دینے کی کوشش کروں گا۔ قصہ مختصر وہ بہر حال دھری جائیں گی۔ لہٰذا میرا انٹرسٹ ختم....!"

"کیا مطلب!"

"مطلب یہ کہ اب دوسرا قصہ شروع ہوگا۔ علامہ مجھے قتل کر دینے کی کوشش کرے گا۔ مجھے اپنا بچاؤ کرنے کے سلسلے میں جو کچھ بھی کرنا پڑے گا۔ وہ آپ کے محکمے کو پسند نہیں آئے گا۔"

"میں کہتا ہوں کہ کھل کر بات کرو۔" رحمان صاحب چیخ کر بولے۔

"اس کیس کے دوران میں دو بار مرتے مرتے بچا ہوں... ایک بار جب جوزف کی ٹانگ ٹوٹی تھی... اور دوسری بار جب موٹر ریسنگ گراؤنڈ میں دھماکے ہوئے تھے!"

"ریسنگ گراؤنڈ کے دھماکے.. وہاں تو خون بھی ملا تھا!"

"وہ سر سلطان کے محکمے کے ایک آدمی کا خون تھا۔"

"کیا مر گیا!"

"نہیں زخمی ہے۔ حالت نازک ہے۔"

"کیوں کوئی رپورٹ درج نہیں کرائی گئی۔"

"سر سلطان جانیں۔"

رحمان صاحب نڈھال سے ہو کر بیٹھ گئے تھے۔

پھر اٹھے اور گھنٹی کا بٹن دبا کر دروازے کے قریب ہی کھڑے رہے تھے۔ عمران سر جھکائے بیٹھا تھا۔ گھنٹی کی آواز پر ایک ملازم دوڑا آیا تھا۔

"سارے ملازمین کو یہاں بلاؤ۔" رحمان صاحب نے اُس سے کہا۔

عمران کے کان کھڑے ہوئے تھے اور اُس نے آنکھیں پھاڑ کر رحمان صاحب کی طرف دیکھا تھا لیکن وہ سختی سے ہونٹ بھینچے خاموش کھڑے رہے۔

جب سارے ملازم وہاں اکٹھا ہو گئے تو انہوں نے عمران کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "یہ گھر سے باہر قدم نہ رکھنے پائے۔" خود عمران پیٹ پر ہاتھ پھیر کر رہ گیا۔

ان ملازمین میں سلیمان بھی شامل تھا اور عمران کو عجیب سی نظروں سے دیکھے جا رہا تھا۔ عمران کا یہ عالم تھا کہ بے وقوفوں کی طرح ایک ایک کی شکل تک رہا تھا۔

رحمان صاحب وہاں سے چلے گئے... لیکن ملازمین وہیں کھڑے رہے۔ انہوں نے اُن سے کچھ کہا بھی نہیں تھا۔

"بیٹھ جائیے صاحب!" سب سے پہلے ملازم نے [illegible] چاہا تھا۔ لیکن عمران [illegible] اب تو [illegible] میاں جی ہو!"

"[illegible] کہیں گی ناک کھینچتے ہوئے۔ دیکھ لیا نا۔" سلیمان نے دوسرے ملازمین کی طرف [illegible]

"تیری تو مٹھی بھینچ کر کھال بھر دوں گا۔ تیری لگائی ہوئی آگ ہے.... نالائق!" عمران [illegible] راستے میں عمران کی [illegible] بھی آ پہنچی [illegible] ان کے پیچھے گلرخ تھی۔

"گلرخ کی بچی!" عمران نے للکارا "ادھر آ"

"جی صاحب" "وہ سہمی سہمی آگے بڑھی تھی۔

"یہاں منتقل ہونے کے بعد سلیمان نے تیری کوئی بات بتائی تھی۔"

"آپ بھی مجھ سے نہ پوچھئے!"

"تیرے علاوہ اور کوئی سچ نہیں بولے گا۔"

سلیمان نے گلرخ کی طرف دیکھا اور خفیف سی ہنسی کے ساتھ کہنے لگا۔ "پھر کیا بتاتا [illegible] بیٹھئے... میں بتاتا ہوں!"

"جی نہیں [illegible] آپ خاموش رہئے۔ گلرخ بتائے گی [illegible] بڑی [illegible] اور یہ مجھے [illegible] ایسے [illegible] کا [illegible] اللہ [illegible] آنکھ [illegible] رہے گی۔"

ملازمین منہ پھیر کر مسکرائے تھے۔

"[illegible] جاؤ [illegible] سب [illegible] ہاتھ [illegible] سلیمان اور گلرخ [illegible]۔"

پھر اس نے [illegible] سے کہا "آپ لوگ بھی چلئے [illegible] حالت [illegible] ہوتا [illegible]"

[illegible] ہوئی چلی گئی تھیں۔ اب عمران نے اٹھ کر سلیمان کا گریبان پکڑا۔

"[illegible] تو بتا بھی دے جلدی سے اور سال پرانی قمیض ہے!" سلیمان نے گلرخ سے کہا۔

"صاحب! اس نے بڑے صاحب سے کہا تھا کہ بہت بڑا خطرہ تھا شائد پوری بلڈنگ ڈائنامیٹ [illegible] دی جاتی۔"

"کیوں بے!" عمران نے گریبان کو جھٹکا دیا۔

"حضور کیا کہتا کہ کسی عورت کے ڈر سے بھاگے بھاگے پھر رہے ہیں!"

"کون سی عورت؟" عمران نے آنکھیں نکالیں۔

"اگر نام پتہ معلوم ہوتا تو خود ہی نہ جاکر ہاتھ پیر جوڑ لیتا۔"

"کیا بھنگ پی رکھی ہے تو نے!"

"عورتوں کے علاوہ تو اور کسی سے بھی اس طرح بھاگتے نہیں دیکھا آپ کو ... اور میں سمجھتا تھا شاید کوئی [illegible] تی ہے اسی لئے آپ نے ہمیں فلیٹ سے ہٹا دیا ہے۔"

"تیرا تو میں قیمہ بناؤں گا!"

"آپ کے بعد سے ہی ہم لوگ [illegible] ہاتھ [illegible] ہیں۔ خدا سلامت رکھے سرکار تو میں [illegible] دیکھوں گا کہ ان کے حکم کی تعمیل ہو رہی ہے یا نہیں؟"

"تو گلرخ سن رہی ہے اس کی باتیں!" عمران گلرخ کی طرف دیکھ کر غرایا۔

"کیا سچ مچ کوئی عورت ہی ہے صاحب!" گلرخ نے شرما کر پوچھا۔

"کیا تو بھی تھپڑ کھانا چاہتی ہے۔" عمران آنکھیں نکال کر بولا۔ "چل جلدی سے ٹیلی فون ڈائرکٹری اٹھا لا۔"

وہ دوڑتی ہوئی چلی گئی تھی۔ سلیمان خاموش کھڑا رہا۔ عمران کے انداز سے بھی ایسا لگ رہا تھا جیسے اب اسے وہاں سلیمان کی موجودگی کا احساس تک نہ ہو۔ پھر گلرخ کی واپسی ہی پر چونکا تھا۔ اس کے ہاتھ سے ٹیلی فون کی ڈائرکٹری لیتا ہوا بولا۔ "اب اپنے دُم چھلے سمیت دفع ہو جا یہاں سے!"

"صاحب آپ ناراض تو نہیں ہیں اس سے!" اس نے سلیمان کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

"میں نے کہا دفع ہو جاؤ!" وہ ہاتھ ہلا کر بولا۔

ان کے چلے جانے کے بعد اس نے ٹیلی فون ڈائرکٹری کی ورق گردانی شروع کی تھی اور مسٹر تصدق کے نمبر مل جانے پر اٹھا تھا اور اس کمرے میں آیا تھا جہاں فون رکھا تھا۔ نمبر ڈائل کئے۔ دوسری طرف سے کسی عورت کی بھرائی ہوئی سی آواز آئی تھی۔

"کیا تصدق صاحب تشریف رکھتے ہیں!" عمران نے پوچھا۔

"کون صاحب ہیں؟"

"تصدق صاحب ہی کو بتا سکوں گا۔"

"وہ موجود نہیں ہیں!"

"بیگم تصدق کو بلا دیجئے۔"

"میں ہی بول رہی ہوں!"

"بیگم صاحبہ! میں مسٹر رحمان کے آفس سے بول رہا ہوں۔"

"[illegible] فرمائیے۔"

"آپ تو یقیناً نجمہ جبرئیل کو جانتی ہیں۔"

"کیوں! نام سنا ہے.. ملنے کا اتفاق نہیں ہوا۔"

"نام کس سے سنا تھا؟"

"تصدق صاحب سے.... مرحومہ لڑکیوں کے خالہ زاد بھائی ہیں!"

"اوہ... یعنی تصدق صاحب کی پہلی بیوی میاں توقیر کی خالہ تھیں!"

"جی ہاں...."

"جی [illegible]"

"جی ہاں؟"

"آپ کو اپنے کسی ملازم پر شبہ ہے؟"

"پہلے ہی پولیس کو بتایا جا چکا ہے کہ ہماری ملازمہ کل دوپہر سے غائب ہے....؟"

"یعنی حادثے سے قبل ہی غائب ہو گئی تھی؟"

"جی ہاں.... کل سہ پہر کو اُسے واپس آنا تھا آج تک نہیں آئی!"

"کہاں رہتی ہے؟"

"تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ وہ پولیس کو اپنے گھر پر بھی نہیں ملی؟"

وہ ان کے سوال کو نظر انداز کر کے بولی۔ "میاں توقیر کے اور کسی قریبی عزیز کا نام بتا سکتی ہوں۔"

"میں ان لوگوں سے زیادہ واقفیت نہیں رکھتی۔ آپ تصدق صاحب سے براہ راست

معلومات حاصل کیجئے۔"

"بہت بہتر... شکریہ۔" عمران نے ریسیور کریڈل پر رکھ کر طویل سانس لی تھی۔

* * *

ایئرپورٹ سے سیدھی ہی وہ علامہ کے گھر پہنچی تھی۔ رات کے آٹھ بجے تھے۔ جیسے ہی علامہ کے پاس اس کا کارڈ پہنچا تھا، خود ہی اس کی پذیرائی کے لئے برآمدے میں نکل آیا تھا۔

"خوش آمدید... فرحانہ...!" اس نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے...

"بڑی تھکن محسوس کر رہی ہوں۔ ایئرپورٹ سے سیدھی ادھر ہی چلی آئی ہوں۔"

"چلو... اندر چلو!"

وہ نشست کے کمرے میں آئے تھے۔

"مشن کامیاب رہا...!" وہ بیٹھتی ہوئی بولی۔

"مجھے ہمیشہ سے تمہاری صلاحیتوں پر اعتماد رہا ہے۔"

"اس نے شادی کی درخواست پیش کر دی ہے۔"

"زندہ باد!"

"لیکن اب کیا ہوگا۔"

"شادی!" علامہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا!

"جی!" فرحانہ جاوید بوکھلا کر اٹھ گئی۔

"بیٹھو... بیٹھو اس میں پریشانی کی کیا بات ہے۔"

"م... میں... نہیں۔" وہ نڈھال سی ہو کر صوفے پر گر پڑی۔

"اوہ... کیا ہو رہا ہے تمہیں!" علامہ اٹھ کر اس کی طرف بڑھا۔ فرحانہ کے عضلات میں تشنج سا ہونے لگا تھا۔ پیشانی پسینے سے بھیگ گئی تھی۔

"فرحانہ!" علامہ نے جھک کر اسے آواز دی۔

"جی!" وہ نحیف سی آواز میں بولی۔

"تمہیں کیا ہو رہا ہے!"

"م... میں... اب مر جانا چاہتی ہوں۔"

"بے وقوفی کی باتیں مت کرو!"

"یقین کیجئے۔ آپ کی زبان سے یہ سننے کے بعد زندہ رہنے کی خواہش نہیں رہی۔"

"آخر کیوں!"

"اس لئے کہ آپ کے علاوہ اور کسی مرد کا تصور میرے قریب بھی نہیں پھٹکا...!"

"م... میرا... تصور!" علامہ کی زبان لڑکھڑا گئی۔

"جی ہاں۔" فرحانہ کی آواز گھٹنے لگی تھی۔

"یہ تم کیا کہہ رہی ہو!"

"میں دل کی گہرائیوں سے کہہ رہی ہوں۔ کبھی زبان پر نہیں لانا چاہتی تھی لیکن اب یہ میری برداشت سے باہر ہے۔ کیا آپ یا کوئی اور... اس سے بہتر تو موت ہوگی کہ میں خود اپنے ہاتھوں اپنے جذبات کا گلا گھونٹ دوں۔"

"میں نے تو تمہارے مستقبل کے لئے ایک خواب دیکھا تھا!"

"اسے خواب ہی رہنے دیجئے! اگر حقیقت بنا تو میں بے موت مر جاؤں گی۔"

علامہ کے چہرے پر سراسیمگی کے آثار تھے اور خود اس کی پیشانی سے بھی پسینہ پھوٹ رہا تھا!

"تحت... تم نے مجھے دشواری میں ڈال دیا ہے فرحانہ... میں تمہارے جذبے کی قدر کرتا ہوں... لیکن...!"

"کیا میں کسی قابل نہیں ہوں!"

"یہ بات نہیں ہے! تمہیں پا کر مجھے بے حد خوشی ہوتی۔ لیکن میں ایک عجیب آدمی ہوں۔"

"میں تو ایسا نہیں سمجھتی!"

"کاش تمہیں پہلے ہی سے میرے اس ذہنی مرض کا علم ہوتا۔"

"کس ذہنی مرض کا؟"

علامہ کوئی جواب دیئے بغیر مڑا اور تھکے تھکے قدموں سے چلتا ہوا اس کرسی کی طرف آیا جس پر تھوڑی دیر پہلے بیٹھا ہوا تھا۔ بے سدھ سا ہو کر کرسی پر ڈھیر ہو گیا۔

"کیسا ذہنی مرض... مجھے بتایئے نا۔" فرحانہ سہمی ہوئی بولی۔

اب وہ اس کے قریب فرش پر آبیٹھی تھی۔

"عجب... تم نہیں سمجھ سکتیں...؟"

"آپ بتایئے بھی تو...!"

"[illegible] ساری [illegible] تم مجھے [illegible] میں [illegible] سکتی ہیں۔ [illegible] سے شادی [illegible] بھی نہیں کر سکتی۔"

علامہ کی شخصیت ہی بدل کر رہ گئی تھی۔ اتنی ذرا سی دیر میں برسوں کا بیمار نظر آنے لگا۔ سارے کپڑے پسینے سے تر ہو گئے تھے۔

"تو پھر... مجھے میاں توقیر سے شادی پر مجبور نہ کیجئے! آپ نہیں تو کوئی بھی نہیں [illegible] اس سے [illegible] ہو [illegible] تھیں۔"

"خاموش رہو... خدا کے لئے ذرا دیر خاموش رہو... یہاں سے ہٹ جاؤ... میں [illegible] جہاں بیٹھی ہوئی تھیں۔"

[illegible] تھی اور تشویش آمیز نظروں سے [illegible] طرف دیکھے [illegible]۔

علامہ نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ "اگر یہ بات تھی تو تم اس کام کے لئے تیار کیوں ہوئی تھیں۔"

"[illegible] آپ نے [illegible] عمر کی [illegible] تصور بھی نہیں [illegible] کہ سچ مچ اس سے شادی بھی کرنی پڑے گی۔"

"سنو..." علامہ سیدھا ہو کر بیٹھتا ہوا بولا۔ "یہ تمہاری صلاحیتوں پر منحصر ہے کہ توقیر اپنے قریب بھی نہ آنے دو اور وہ ناگواری بھی نہ محسوس کرے... صرف چند دن [illegible] اس کا خاتمہ... پہلے تو میں نے بھی سوچا تھا کہ کوئی ٹائم بم اسکے چیتھڑے اڑا دے گا لیکن پھر خیال آیا... کتنی بڑی جائیداد خواہ مخواہ ضائع ہو جائے گی۔ [illegible] وہ اپنے ہی کسی آدمی کے نزدیک [illegible] کا کوئی بھی ایسا عزیز زندہ نہیں ہے جسے اس کے ترکے کا چھوٹا سا حصہ بھی پہنچ سکے۔"

ایک ٹھنڈی سی لہر فرحانہ کے جسم میں دوڑ گئی۔

علامہ کہتا رہا۔ "سب کچھ تمہارا ہوگا... صرف تمہارا... میری طرف دیکھو... [illegible] سمجھی ہو کہ تمہارے توسط سے میں اس کی دولت بھی ہتھیانا چاہتا ہوں...!"

وہ کچھ نہ بولی۔ علامہ نے کہا۔ "ہرگز نہیں... اگر کبھی ایک حبہ بھی طلب کروں تو کتے کا [illegible] سمجھنا۔"

"میری سمجھ میں نہیں آرہا۔"

"خیر... ہاں تو تم نے اس کی درخواست پر کیا کہا تھا!"

"[illegible] کوئی بات آپ [illegible] سے [illegible] جائے۔"

"[illegible] میں کسی صورت میں بھی نہیں چاہتا۔ تم بہت ذہین ہو فرحانہ [illegible] سے [illegible]"

"لیکن... لیکن...؟"

"[illegible]..." دفعتاً وہ آہستہ سے بولا۔ "مجھ پر اعتماد کرو... نکاح کے فوراً بعد ہی وہ چل بسے گا اور تم محفوظ رہو گی... ہو سکتا ہے وہی ہماری موت کا سبب بن جائے...!"

فرحانہ ایک بار پھر کانپ اٹھی۔

ٹھیک اسی وقت فون کی گھنٹی بجی تھی۔ علامہ نے اٹھ کر ریسیور اٹھایا۔

"ہیلو..."

"علامہ دہشت..." آواز نسوانی تھی۔

"ہاں میں ہی بول رہا ہوں... کون ہے...؟"

"میں یاسمین کی روح بول رہی ہوں...!"

"یہ مذاق ہے؟ کون ہے...؟"

"تمہارا باپ [illegible] ایک دیندار آدمی تھا... اس کی روح تمہاری [illegible] حرکات سے خوش نہیں [illegible] یقین کرو... میں یاسمین کی روح ہوں کل شام میری بہن بھی میرے پاس پہنچ گئی تمہارا بہت بہت شکریہ..."

"بکواس بند کرو..." علامہ حلق پھاڑ کر دہاڑا... اور ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا۔ اور [illegible] کی طرح [illegible] رہا تھا۔

"کیا بات ہے... کیا ہوا...؟" فرحانہ اٹھ کر اس کے پاس آکھڑی ہوئی۔

"کچھ نہیں۔ کوئی شرابی تھا یا کوئی بیہودہ اسٹوڈنٹ... مجھ سے پوچھ رہا تھا... اوہ بیہودہ

سمجھ کا [illegible] بد تمیز!

"بیہودہ پن [illegible] تھا!"

"تم کیا سمجھتی ہو... میں کوئی بیہودہ بات کسی خاتون کے سامنے دہراؤں گا؟"

"اوہ... معاف کیجئے گا!"

"اچھا اب تم جاؤ... آرام کرو... لیکن ٹھہرو... تم نے جس یورپین عورت کا [illegible] خط میں کیا تھا۔ وہ واپس چلی گئی یا ابھی بھرام ہی میں مقیم ہے!"

"وہ ابھی وہیں قیام کرے گی!" فرحانہ نے بیزاری سے کہا۔

"تم نے یہ تو نہیں محسوس کیا کہ وہ تمہاری ٹوہ میں رہتی ہو!"

"نہیں میں نے ایسی کوئی بات محسوس نہیں کی!"

"خوبصورت ہے!"

"میں نے کم ہی یورپین عورتیں اتنی خوبصورت دیکھی ہوں گی!"

"اچھا [illegible] خدا حافظ [illegible] علامہ [illegible] تھا [illegible] ڈرائیور کو آواز دے کر کہا تھا۔ "مس صاحب کو ان کے گھر پہنچا آؤ!"

اندر واپس آ رہا تھا کہ پھر فون کی گھنٹی کی آواز سنائی دی!

تیزی سے ملحقہ روم میں داخل ہو کر ریسیور اٹھایا تھا!

"یاسمین کی روح!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

اس بار علامہ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ اور اس نے کہا تھا۔ "تم [illegible] ہو... میں اچھی طرح سمجھتا ہوں!"

"میں یاسمین کی روح ہوں... اور یہ کہنا چاہتی ہوں کہ ابھی تک وہ عالم ارواح میں نہ پہنچی جس نے میری بہن کو میرے پاس پہنچانے میں مدد دی تھی!"

"تم کس وہم میں مبتلا ہو۔ تم نے میرے دو شاگردوں کو ابھی تک روک رکھا ہے۔ یہ اچھی بات نہیں!"

"بدعلی کے بیٹے! تم خود کسی وہم میں مبتلا ہو۔ اور یہاں عالم ارواح میں افواہ گرم ہے کہ عنقریب تم بھی یہیں پہنچنے والے ہو۔ بدعلی جیسا صابر و شاکر بندہ تمہاری وجہ سے

[illegible] دنوں میں سخت شرمندہ رہتا ہے!"

"بکواس بند کرو!" علامہ حلق پھاڑ کر دہاڑا تھا۔

لیکن دوسری طرف سے کھنکتی ہوئی سی آواز سنائی دی تھی!

"یہ یاسمین کی آواز نہیں ہے!" علامہ نے خود پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

"عالم ارواح میں بیتیری تبدیلیاں ہو جاتی ہیں۔ یہاں جسم تو ہے نہیں کہ آواز کو من و عن حیثیت میں برقرار رکھ سکے۔ بہر حال تمہاری آمد آمد کا شہرہ ہے یہاں!"

"اس سے پہلے تو جائے گا۔ بلیک میلر!"

"پتا نہیں تم کیا کہہ رہے ہو!"

"میں نے تجھے بتا فیصلہ سنا دیا!" کہہ کر علامہ نے ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا۔

اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ آنکھوں سے برسوں کا بیمار لگنے لگا تھا!

فون کی گھنٹی پھر بجی... اس نے عجیب سی نظروں سے فون کی طرف دیکھا تھا [illegible] جھنجھلاہٹ کے آثار بھی اس کے چہرے سے عیاں تھے... ہاتھ آہستہ آہستہ ریسیور کی طرف [illegible] جھٹکے کے ساتھ اس نے ریسیور اٹھایا تھا!

"ہیلو!" اس بار اس کی آواز حیرت انگیز طور پر بدلی ہوئی تھی!

"پروفیسر صاحب تشریف رکھتے ہیں!" دوسری طرف سے مردانہ آواز آئی۔

"آپ کون صاحب ہیں!"

"میں نے پوچھا تھا کہ کیا پروفیسر صاحب تشریف رکھتے ہیں!"

"جی نہیں! آپ کا نام... کوئی میسج...!"

"براہ راست گفتگو کرنی تھی!"

"نام جناب!"

لیکن جواب ملنے کی بجائے دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز آئی تھی!

اس نے بھی ریسیور رکھ دیا اور نڈھال سا ہو کر آرام کرسی پر نیم دراز ہو گیا!

آنکھیں بند تھیں اور وہ گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد اس نے آنکھیں کھولی تھیں اور آہستہ سے بڑبڑایا تھا۔ "بدعلی کے بیٹے! اب

علی کے بیٹے.. کون جانتا ہے۔ کیا وہ بلیک میلر.... میں کر کے رکھ دوں گا۔"

دفعتاً اس کی آنکھیں شعلوں کی طرح دہکنے لگی تھیں.. پیشانی کی رگیں ابھر آئیں۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے اپنی راہ میں حائل ہونے والے پہاڑوں کو بھی ریزہ ریزہ کر کے رکھ دے گا!

◆

عمران فون کا ریسیور رکھ کر مڑا تھا۔ پیچھے بلیک زیرو کھڑا نظر آیا۔

"کوئی خاص بات۔!"

"جی ہاں! خاور کی اب تک کی رپورٹ کا ماحصل یہ ہے کہ وہ شخص خود کہیں بھی نہ [illegible] ن واپسی حتنام ہاؤز ہوتی ہے اور وہ اس وقت بھی ظفر الملک کے بنگلے کے قریب موجود ہے۔ [illegible] کرسٹی اور مائیکل کا تعاقب کرتا ہوا وہاں پہنچا تھا۔"

"اوہ.... تو وہ خود ہی پہنچ گئی ظفر کے پاس۔؟"

"جی ہاں"

"خیر دیکھوں گا۔!" عمران نے کہا۔

"کیا یہ ممکن ہے کہ میں تو پھر کچھ دنوں کے لئے غائب ہو جائیں۔"

"میں بھی یہی سوچ رہا تھا۔"

"رانا پیلس میں بڑی ہلچل ہے۔؟"

عمران کچھ نہ بولا.. رحمان صاحب نے اس پر کوٹھی ہی تک محدود رہنے کی پابندی لگائی تھی۔ لیکن سر شاہد کی کسی نہ کسی طرح ان سب کو دوچار دے کر نکل بھاگا تھا۔ وہ اس وقت بھی [illegible] ے اپنے آس پاس کوئی ایسا آدمی نہیں دکھائی دیا تھا جس پر تعاقب کرنے والے کا شبہ کیا جا سکتا۔"

"پیٹر کا کیا حال ہے۔!" اس نے پوچھا۔

"فی الحال تو پرسکون نظر آ رہا ہے۔ چپ چاپ پڑا رہتا ہے۔ کھانا پینا قطعی ترک کر دیا ہے۔"

"خصوصی نگہداشت کی ضرورت ہے! خیال رکھنا اور اب خاور سے کہہ دو کہ اگر [illegible]

ی حتنام ہاؤز میں ہوتی ہے تو اب اس کی نگرانی کی ضرورت نہیں۔؟"

"نہیں..... ابھی نہیں سمجھا جناب۔!"

"جس نے کام کر رہا ہے اس تک اس کی پہنچ نہیں معلوم ہوتی۔ لہٰذا اس پر وقت صرف [illegible] ہے۔ وہ حتنام ہاؤز ہی میں کسی کو رپورٹ دیتا ہے اور وہ اس رپورٹ کو آگے بڑھا دیتا [illegible] یہ لوگ ابھی شہزور تک رسائی اس کے توسط سے ممکن نہیں۔؟"

"ہاں شہزور اتنا محتاط نہ ہوتا تو کبھی۔ کسی نہ کسی بھی اس کی ہوا لگی ہی ہوتی۔" بلیک زیرو [illegible] ے بیٹھ

عمران کچھ نہ بولا اور پھر کسی کے نمبر ڈائل کر رہا تھا۔ بلیک زیرو کمرے سے چلا گیا۔

"ہیلو! کون صاحب ہیں۔!" عمران نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

"سلمان....؟"

"میں ایک مریض ہوں!" عمران بولا۔

"اوہ میرے دوست! کیا کوئی اچھی خبر سناؤ گے۔؟"

"ہم کہاں مل سکیں گے۔؟"

"کہیں بھی نہیں! فی الحال میں کسی کو اپنی شکل نہیں دکھا سکتا۔؟"

"آپ [illegible] بہت خوب ہے"

"میرے چہرے پر بھی کی خراشیں ہیں۔ اوہ پاگل ہوتی جا رہی ہے میری سمجھ میں نہیں [illegible] ہے۔"

"کوئی نیا مہمان وارد ہوا ہے۔!"

"نہیں تو.... سلمان کی آواز آئی۔ "اس مردود کا کہیں پتا نہیں۔ شاید اسی لئے وہ بے [illegible] اور بھی بن گئی ہے۔؟"

"لیکن میرا خیال ہے کہ ایک نیا آدمی تمہاری کوٹھی میں دیکھا جا رہا ہے۔؟"

"کون ہے۔"

"وہ جس کے دائیں گال پر لمبا سا چوٹ کا نشان ہے!"

"اوہ... وہ تو میرا پی اے ساجد ہے۔؟"

"تمہارا پی اے؟"

"ہاں... ساجد... قریباً دس سال سے میرے پاس ہے... اِحتشام ہاؤزی سے یہ

میں اُسے جگہ بھی دے رکھی ہے!"

"یا مستقل اُس سے کسی کی نگرانی کرا رہے ہو؟"

"نہیں تو... سوال ہی نہیں پیدا ہوتا... کیا مجھے پیری میسن سمجھ رکھا ہے تم نے۔"

"تو پھر میرے آدمی کو غلط فہمی ہوئی ہوگی۔" عمران طویل سانس لے کر بولا

"وہ میرا ایک قابل اعتماد ملازم ہے!"

"اچھا شکریہ..." کہہ کر عمران نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

وہ فکرمند نظر آنے لگا تھا... دو ہی صورتیں ہو سکتی تھیں یا تو ساجد تھیلما کو... براہِ راست ملوث تھا اس طرح کہ سلمانی کو آج تک اس کی خبر ہی نہ ہو سکی ہو!

اُس نے پر تفکر انداز میں دوبارہ فون کی طرف ہاتھ بڑھایا تھا اور اس بار گھر کے نمبر ڈائل کئے تھے۔ گھنٹی بجتی رہی۔ کوئی ریسیور اٹھانے والا نہیں تھا اور یہ امر رحمان صاحب کی کوٹھی کے لئے ناممکنات میں سے تھا۔

"ہیلو!"

عمران آواز نہیں پہچان سکا تھا کیونکہ اسی طرح کی لرزش تھی اس آواز میں!

"کون ہے!" عمران نے پوچھا۔

"کودا صاحب جی! غضب ہو گیا! میں گلرخ ہوں۔"

"کیا غضب ہو گیا بتاتی کیوں نہیں۔"

"چوکیدار کی کوٹھڑی میں زبردست دھماکہ ہوا ہے۔ چوکیدار بیچارہ مرتے مرتے بچا ہے۔ سب اُدھر ہی دوڑ گئے ہیں!"

"ڈیڈی کہاں ہیں؟"

"وہیں ہیں... سب اُدھر ہی گئے ہیں... میں اور اماں بی اِدھر ہیں اماں بی کی حالت خراب ہو گئی ہے۔"

"میں ابھی آیا!" عمران ریسیور رکھ کر دروازے کی طرف جھپٹا تھا۔

ت جلدی میں بلیک زیرو کو کچھ ہدایات دی تھیں اور دانش منزل سے گھر کے لئے روانہ ہو گیا

اُس نے گیراج سے موٹر سائیکل نکالی تھی۔ اس وقت اسے میک اپ کا خیال آیا تھا اور نہ دانش منزل کا ہوش تھا۔ بس جلدی گھر پہنچ جانا چاہتا تھا!

کوٹھی کے سامنے ایک جم غفیر نظر آیا۔ مسلح پولیس کے جوانوں نے دور تک سڑک کا ... تھا بدقت تمام پھاٹک تک پہنچ سکا۔ رحمان صاحب وہیں موجود تھے۔

اُسے دیکھتے ہی مضطربانہ انداز میں بولے۔ "چلے گئے تھے تو پھر واپس آنے کی کیا ضرورت تھی"

"ذرا اندر چلئے!" عمران بولا۔

وہ تیزی سے عمارت کی طرف مڑے تھے۔ عمران ان کے پیچھے چل رہا تھا!

وہ اندر آ گئے!

"چوکیدار کا کیا حشر ہوا...؟" عمران نے پوچھا۔

"خوش قسمت تھا کہ دھماکے سے ذرا ہی دیر پہلے کچن کی طرف چلا گیا تھا۔"

"اب کہاں ہے؟"

"پوچھ گچھ کے لئے علیحدہ لے جایا گیا ہے!"

"کیا کوٹھری مقفل کر کے کچن کی طرف گیا تھا؟"

"نہیں۔"

"برابر۔"

"کچھ پتہ نہیں کیا جا سکتا۔" رحمان صاحب اُسے بغور دیکھتے ہوئے بولے۔ "کیا تم مجھ سے کچھ چھپانے کی کوشش کر رہے ہو؟"

"شہزور نامی کسی ہپی کے بارے میں کوئی ریکارڈ ہے آپ کے محکمے کی تحویل میں؟"

"میں نہیں جانتا!"

"یہ بات مجھے کس سے معلوم ہو سکے گی؟"

"فائل سے... لیکن یہاں کسی ہپی کا کیا ذکر؟"

وہ علامہ کے غائب ہو جانے والے شاگردوں میں دلچسپی لے رہا ہے اور مجھ سے میری

ہوش ہے کہ اس رات موٹر ریسنگ گراؤنڈ میں اسی سے ٹکراؤ ہوا تھا۔"

"علامہ... میری سمجھ سے باہر ہے۔"

"بیگم تصدق کی ملاکا سراغ ملا یا نہیں۔؟"

"نہیں!"

"بیگم تصدق کو حراست میں لے لیجئے۔!"

"کیوں...؟ جب تک ملاکا سراغ نہ ملے ضروری نہیں سمجھتا۔"

"معقول رقم دے کر اسے روپوشی پر آمادہ کر لیا گیا ہوگا۔!"

"تو اب تم بھی یہی کہہ رہے ہو حالانکہ آج ہی بیگم تصدق کی موافقت میں بول رہے تھے۔"

"ضابطے کی کارروائی نہ کی گئی تو علامہ کی طرف سے توجہ ہٹانے کے لئے اس کا [illegible] شور [illegible] سے جانے کیا کیا کرے گا۔"

"تو تم اس دھوکے کو بھی اسی سے متعلق سمجھ رہے ہو۔"

"جی ہاں [illegible] وہ چاہتا ہے کہ میں کسی طرح سامنے آؤں ورنہ آپ کے چالیس سالہ چوکیدار کو کوئی ایسا تخریب کار سمجھ لیجئے جس نے کسی خاص مقصد کے تحت اپنی کوٹھری میں کیمیاوی مادہ چھپا رکھا تھا۔"

"میں تصور بھی نہیں کر سکتا۔" رحمان صاحب نے کہا۔ پھر چونک کر اسے گھورتے ہوئے بولے۔ "تمہیں یہاں نہیں آنا چاہئے تھا۔"

"میری موٹر سائیکل باہر کھڑی ہے [illegible] اسے کمپاؤنڈ میں منگوا لیجئے گا [illegible] تمیں سو بارہ ہے۔"

"اور تم...؟"

"کسی طرح نکل جاؤں گا [illegible] موٹر سائیکل یہیں رہے گی۔"

* * *

ڈورکشی اور مائیکل ظفر الملک کے بنگلے سے برآمد ہوئے تھے۔ اور ان کا تعاقب شروع ہو گیا تھا تعاقب کرنے والے نے ان کی گاڑی اسٹارٹ ہوتے ہی اپنی موٹر سائیکل سنبھالی

تھی [illegible] لیکن جیسے ہی اسے اسٹارٹ کر کے آگے بڑھنا چاہا تھا کسی نے دوڑتے ہوئے پیچھے سے اس پر چھلانگ لگائی تھی اور کیریئر پر بیٹھتا ہوا بولا تھا۔ "چلتے رہو۔"

"تت... کون ہو تم...؟"

"دوست... اچھا لیکن وہ ہماری نظروں سے اوجھل نہ ہو جائیں۔"

ہچکچاہٹ کے ساتھ اس نے موٹر سائیکل آگے بڑھائی تھی۔ تعاقب جاری رہا۔ اور بالآخر پچھلی گاڑی اسی عمارت کے سامنے جا رکی تھی جہاں دوسری گاڑی رکی تھی۔

"اب جدھر میں کہوں گا ادھر چلو۔" تعاقب کرنے والے سے پیچھے بیٹھے ہوئے اجنبی نے کہا۔

"کیا میں تمہیں جانتا ہوں۔" تعاقب کرنے والے نے پوچھا۔

"نہیں! تم مجھے نہیں جانتے۔"

"تو پھر"

"تو پھر کیا! مجھ سے جو کچھ کہا گیا ہے میں کر رہا ہوں۔" اجنبی نے جواب دیا۔

"کس نے کہا ہے۔"

"بحث کرو گے مجھ سے۔"

تعاقب کرنے والے نے موٹر سائیکل سڑک سے نیچے اتار کر روک دی۔ یہاں اندھیرا ہو رہا تھا۔

"یہ کیا کر رہے ہو۔" اجنبی نے پوچھا۔

"تمہاری شکل دیکھنا چاہتا ہوں [illegible]" اجنبی سے کہا [illegible] لیکن دوسرے ہی لمحے میں کوئی سخت سی چیز اس کے داہنے پہلو سے چپکنے لگی تھی اور اجنبی بولا تھا۔ "تم سے میں نے کہا تھا کہ جدھر میں کہوں ادھر چلو...؟"

"تت... کیا مطلب۔"

"یہ میری انگلی نہیں ریوالور کی نال ہے۔!"

"وو... لیکن کیوں۔"

"جہاں سے چلو چپ چاپ چلتے رہو۔ وجہ بھی بتا دی جائے گی۔ کیا تم [illegible] کے [illegible] نہیں ہو۔؟"

"ہاں... تو پھر...!"

"چلو۔" اجنبی نے ریوالور کی نال کا دباؤ بڑھاتے ہوئے کہا۔ "جدھر [illegible] اور [illegible] بائیک موڑ لو۔"

تعاقب کرنے والے نے تعمیل کرنے میں عجلت [illegible] کی تھی۔

چند لمحوں بعد ساجد نے پوچھا۔ "آخر مجھے کہاں لے جاؤ گے؟"

"تم سے جواب ہو گئے۔" اجنبی بولا۔

"لفٹ لینے کا حیرت انگیز طریقہ ہے مسٹر... اور اگر دوسری کوئی بات ہے تو یہ بتا دو [illegible] میرے پرس میں زیادہ رقم نہیں ہے اور کلائی پر گھڑی بھی نہیں ہے۔"

"کلائی پر گھڑی نہ ہونا میرے لئے حیرت انگیز ہے۔" اجنبی نے کہا۔

"جہاں اترنا ہو بتا دو... میں بھی خاصا زندہ دل ہوں۔"

"اگر زندہ دل آدمی ہو تو سیدھے ستاشام پہاڑی کی طرف نکل چلو۔"

"کک... کیا مطلب ہے؟"

"تم [illegible] تو جا رہے ہو۔"

"تم کیا جانو [illegible] آخر تم ہو کون [illegible]"

"رکنے کی ضرورت نہیں... چلتے رہو!" اجنبی نے ریوالور کا دباؤ بڑھا کر یاد دہانی [illegible]

"کچھ بتا دو... آخر چکر کیا ہے؟"

"تمہیں اس کام پر کس نے لگایا ہے اور کیوں...؟"

"کمال ہو گیا... نہ لفٹ لینا چاہتے تھے اور نہ مجھے لوٹنا چاہتے تھے... بس یہ معلوم [illegible] چاہتے ہو کہ مجھے کس نے اس کام پر لگایا ہے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔"

"اور اگر میں یہ پوچھوں کہ تمہیں اس سے کیا سروکار؟"

"تو میں صاف صاف بتا دوں گا کہ ڈورا کرسٹی میرے باس کی محبوبہ ہے اور میرا باس یہ ضرور جاننا چاہے گا کہ اس کا کوئی رقیب تو نہیں پیدا ہو گیا۔" اجنبی نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"اوہ... تو یہ بات ہے...؟"

"اس سے زیادہ اور کچھ نہیں۔" اجنبی بولا۔

"تمہارا باس کون ہے؟"

"تھوڑی دیر میں میرے والد کا نام بھی پوچھو گے۔"

"بڑے تنگ مزاج معلوم ہوتے ہو۔"

"مطلب یہ ہو گا کہ ہم کہیں بیٹھ کر کافی کا ایک ایک پیالہ [illegible]" [illegible]

"میرا خیال ہے اس طرح میں جلد از جلد تمہاری شکل بھی دیکھ سکوں گا۔" ساجد نے کہا۔ "تم میرے کوائف سے بھی بخوبی واقف معلوم ہوتے ہو۔"

"ٹاپ ہاپ کی طرف چلو۔"

"بہت... بہت مہنگی جگہ ہے۔"

"اخراجات میرے ذمے...!" اجنبی بولا۔

"اور اسی طرح ریوالور کی نال پر لے چلو گے؟"

"ریوالور کی نال نہیں ہٹ سکتی۔ ویسے تم مطمئن رہو۔ کوئی تیسرا نہیں دیکھ سکے گا۔"

ٹاپ ہاپ کی کمپاؤنڈ میں پہنچ کر ساجد نے اجنبی کی شکل دیکھی تھی۔ وہ [illegible] اس کے جسم میں [illegible] تھی۔ بڑی خوفناک آنکھیں تھیں۔ بھدی سی موٹی ناک کے نیچے [illegible] کہ [illegible] دکھائی نہیں دیتا تھا!

"اندر چلو۔" وہ غرایا تھا۔

"تو جو پوچھنا ہو... یہیں پوچھ لو... میں اندر نہیں جاؤں گا۔ یہاں ایسے لوگ بھی ہوں گے جو مجھے اچھی طرح پہچانتے ہوں گے۔"

"تو پھر اس سے کیا فرق پڑے گا؟"

"میں ایڈووکیٹ نادر سلطانی کا پرسنل اسسٹنٹ ہوں۔ جیسے [illegible] جج اور [illegible] مجھے اچھی طرح جانتے ہیں۔ ان سے یہاں ملاقات ہو سکتی ہے۔ ظاہر ہے کہ میری حیثیت اتنی نہیں ہے کہ میں [illegible] جگہوں پر دیکھا جا سکوں۔"

"اور تم یہ نہیں چاہتے کہ یہ بات سلطانی تک پہنچے۔"

"ظاہر ہے۔"

"تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ ڈورا کی نگرانی خود سلطانی نہیں کر رہا ہے۔"

"ہرگز نہیں۔"

"تو پھر۔"

"بیگم صاحبہ... سلطانی صاحب کو اس کا علم نہیں۔"

"ہوں... وہ کیوں اس کی نگرانی کر رہی ہیں۔"

"میں نہیں جانتا۔"

"اچھا تو پھر تم نے ہوٹل سے ان دونوں کا تعاقب کیوں کیا تھا۔"

"ان میں ایک ڈاڑھی والا ہپی بھی تھا... دراصل وہ ڈورا کرسٹی کی نگرانی [illegible] ہیں کہ اس کے ایک ملنے والے کا پتہ معلوم کر سکیں۔ انہوں نے بتایا تھا کہ وہ ڈاڑھی والا [illegible] ہے۔ بہرحال جب میں نے انہیں اس کا حلیہ بتایا تو انہوں نے کہا کہ وہ نہیں ہو سکتا۔"

"بات کچھ کچھ سمجھ میں آ رہی ہے۔" خوفناک شکل والا اجنبی سر ہلا کر بولا۔ "مجھے [illegible] تم نے اس ہپی کو ستارہ ہاؤس میں کبھی نہیں دیکھا، جس کا پتہ تمہیں معلوم کرنا چاہتی ہے۔"

"نہیں... میں نے ستارہ ہاؤس میں کبھی کوئی ہپی نہیں دیکھا۔"

"ٹوبرا کہلاتا ہے۔"

"پہلی بار نام سن رہا ہوں...!"

"خیر... تو تم اس ملاقات کا ذکر کسی سے نہیں کرو گے۔ امیر آباس سمجھتا تھا کون ہے تمہاری پشت پر... لیکن ہپی والا چکر بھی میرے پاس کے لئے دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔"

"تمہارا [illegible] ہے"

"اس کی فکر نہ کرو [illegible] یہ لو... رکھو... جہاں دل چاہے کافی پی لینا!" اجنبی نے [illegible] سے پانچ سو کا ایک نوٹ کھینچا اور اس کے ہاتھ پر رکھتے ہوئے کہا۔ "اگر اس ہپی کا سراغ مل جائے مجھے بھی مطلع کرنا۔ اس طرح تم سو سو کے پانچ کڑکڑاتے ہوئے نوٹ کما سکو گے۔"

ساجد نے اس کے ہاتھ سے نوٹ جھپٹتے ہوئے کہا۔ "تم سے کس طرح رابطہ قائم کر سکوں گا۔"

"عجب میرا نام ہے... اور یہ فون نمبر...!"

اس نے اُسے ایک کارڈ دیا تھا جس پر صرف فون نمبر چھپا ہوا تھا۔

"اور ہاں" وہ پھر اٹھتا ہوا بولا۔ "اگر میں نہ ملوں تو پیغام دے دینا۔"

"یہی ہوگا۔"

"ایک بار پھر آگاہ کر دوں کہ کسی کو ہماری ملاقات کا علم نہ ہونے پائے۔"

"مطمئن رہیے۔"

* * *

اس رات شہر میں کئی جگہ دھماکے ہوئے تھے اور پولیس ہیڈ کوارٹر اپنے دوسرے معاملات پس پشت ڈال کر اُن کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

لوگ خوفزدہ تھے... ان دھماکوں سے زیادہ تر سرکاری عمارتوں کو نقصان پہنچا تھا۔ اس لئے پولیس نے وطن دشمن اور تخریب کار عناصر کی تلاش شروع کر دی تھی۔ سابقہ ریکارڈ کے کئی افراد کو بھی گرفتار کر لیا گیا تھا۔ لیکن رحمان صاحب کا محکمہ [illegible] سی پی ڈی [illegible] میں تھا۔ ویسے وہاں اس کا کوئی ریکارڈ موجود نہیں تھا۔

فیاض کو حیرت تھی کہ آخر یہ نیا نام کہاں سے ٹپک پڑا۔ لیکن چونکہ ہدایت براہ راست رحمان صاحب کی طرف سے جاری ہوئی تھی اس لئے چوں و چرا کی گنجائش ہی باقی نہیں رہی تھی۔

اور فیاض کو دفتر چھوڑنا پڑا تھا اور اب اسے بڑی شدت سے عمران کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔

ادھر عمران دوسرے چکروں میں تھا۔ تھوڑی دیر پہلے سائیکو مینشن کے ٹرانسمیشن روم میں یہ پیغام موصول ہوا تھا جسے ڈی کوڈ کرنے کے بعد وہ پڑھ رہا تھا۔

پیغام کے مطابق میاں توقیر نے فرحانہ جاوید سے شادی کی درخواست کی تھی۔ اور جلد ہی اس سے کاروباری علاوہ دہشت کی خدمت میں بھی حاضری دینے والے تھے۔ کیونکہ اُن کی [illegible] پر فرحانہ نے یہی مشورہ دیا تھا۔ میاں توقیر کی خواہش ہے کہ جولیا بھی ان کے ساتھ [illegible] روانگی کا دن مقرر نہیں ہو سکا تھا۔ وقت کا تعین ہوتے ہی اطلاع دی جائے گی۔

سائیکو مینشن سے عمران رانا پیلس پہنچا تھا... اور بلیک زیرو کو طلب کر کے اسے جولیا کا

پیغام سنا تھا۔

"بقول آغا حشر۔ چڑیا پھدک کے باز کے پنجے میں آ گئی۔ مجھے پہلے ہی خدشہ تھا۔" بلیک زیرو کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "اسی لئے میں نے میاں توقیر کی گمشدگی پر زور دیا تھا۔"

"سوال تو یہ ہے کہ تمہاری تجویز کو بروئے کار کیسے لایا جائے۔"

"راستے ہی سے اڑا لیں۔"

"یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہو گا جب ٹرین سے سفر کیا جائے۔ اگر فضائیہ کے ہوائی اڈے سے روانہ ہوئے تو یہاں کے ایئرپورٹ ہی پر ان سے ملاقات ہو سکے گی۔ ویسے میرا اندازہ ہے کہ میاں توقیر ٹرین میں وقت نہیں ضائع کریں گے۔"

"یہاں کے ایئرپورٹ پر بھی کوشش کی جا سکتی ہے۔"

"اسی صورت میں جب میاں توقیر علامہ یا فرحانہ کو اپنی آمد سے مطلع کئے بغیر روانہ ہو جائیں گے۔"

"جولیا تو ہمیں روانگی کے وقت سے ضرور مطلع کر دے گی۔"

"دیکھا جائے گا!" عمران نے شانوں کو جنبش دی۔ چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ "اب سارے معاملات تم سنبھالو گے۔ میں تو چلا۔ فون پر رابطہ رکھوں گا۔"

پھر اس نے اسے ساجد سے متعلق ہدایات دی تھیں اور ڈھمپ کے نام آنے والی متوقع فون کال کے بارے میں بتاتے ہوئے کہا تھا "اس کال کا پیغام ریکارڈ کر لینا۔"

"بہت بہتر۔"

پھر وہ پنیر کے کمرے میں آیا تھا جس کی حالت پہلے سے مختلف نظر آ رہی تھی۔ عمران کو اس نے اس طرح دیکھنا شروع کیا تھا جیسے پہچاننے کی کوشش کر رہا ہو۔

"کیا حال ہے؟" عمران نے پوچھا۔

"ٹھیک ہے۔ خدا کا شکر ہے۔ میں نے آپ کو پہچانا نہیں۔"

"تم مجھے کیا پہچانو گے۔ بہت چھوٹا سا تھا جب مجھے دیکھا تھا تم نے۔"

"خدا جانے۔ مجھے کچھ بھی یاد نہیں۔ یہ بھی نہیں جانتا کہ میں کون ہوں اور کہاں ہوں۔۔؟"

عمران نے اسے گھور کر دیکھا تھا لیکن اس کا چہرہ سپاٹ نظر آیا۔ آنکھوں سے معصومیت ظاہر ہو رہی تھی۔

"پھر اب کیا خیال ہے؟" وہ کچھ دیر بعد بولا۔

"خیال۔۔۔ کیسا خیال۔۔۔؟"

"شاید تمہیں شراب نہیں ملی۔"

"شراب، نہیں تو۔ میں شراب نہیں پیتا! مجھے نہیں یاد پڑتا کہ کبھی پی ہو۔"

"یہاں تمہیں کوئی تکلیف تو نہیں ہے۔"

"قطعی نہیں۔ لوگ بہت مہربان ہیں۔ کہتے ہیں کہ جب تم اچھے ہو جاؤ گے تو تمہیں باہر نکلنے کی اجازت مل سکے گی۔"

عمران نے ناصحانہ انداز میں سر ہلایا تھا اور واپسی کے لئے مڑ گیا تھا۔

شیلا کے پاس پہنچا تو وہ اس طرح منہ پھلائے بیٹھی نظر آئی جیسے اس کا قانونی حق رکھتی ہو۔

"برقعے میں چلنا پڑے گا میرے ساتھ۔" عمران کھنکار کر بولا۔

"بس اتنی سی بات! میں تو سمجھی تھی شاید ٹکڑے ٹکڑے کر کے کسی پیٹی میں رکھو گے۔ وہ پیٹی تمہیں اپنے سر پر اٹھانی پڑے گی۔"

"میں ڈاڑھی اور شیروانی میں کیسا لگوں گا؟"

"بہت اچھے! دونوں اس سج دھج سے نکلیں گے اور تم راہگیروں کو روک روک کر کہنا ایک عرض ہے جناب عالی ٹرین پر سفر کر رہے تھے کسی نے جیب سے بٹوہ نکال لیا۔ ساری رقم اور ریل کے ٹکٹ اسی میں تھے۔ لاکھ کہا ٹکٹ چیکر کو لیکن اس نے یقین نہ کیا۔ گاڑی سے اتار دیا۔ واپسی کے لئے مدد کی درخواست ہے۔"

"اگر تمہاری خواہش یہی ہے تو اس کے لئے بھی تیار ہوں لیکن اب وعدہ کرو۔"

"کیا تم برقعے کی بات سنجیدگی سے کر رہے تھے۔"

"ہاں! یہی مناسب ہو گا۔"

"کہاں چلو گے؟"

"کیا پروگرام ہے۔ باتیں پھر ہو جائیں گی۔"

پھر اس نے بلیک ڈیروسے پیٹر کو سائیکو میشن منتقل کر دینے کے لیے کہا تھا اور شبہ ظاہر کیا تھا۔ وہ بیچارہ یادداشت کھو بیٹھا ہے۔

"ممکن ہے جناب" "بلیک ڈیروسے نے کہا"

"حقیقت بھی ہو سکتی ہے... اسے سائیکو میشن کے ڈیپارٹمنٹ ہی بھیجنا [illegible] ہے۔"

"بہت بہتر... آج ہی منتقل کر دیا جائے گا۔"

◆

دو دن شہر میں مختلف جگہوں پر دھماکے ہوئے تھے۔ اور تیسرا دن پرسکون گزرا تھا۔ جمعہ تھی ... علامہ باہر جانے کی تیاری کر رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی تھی۔ [illegible] ... اس کے چہرے پر [illegible] ہوئے تھے لیکن اس نے ریسیور اٹھا لیا تھا۔

"میں فرحت بول رہی ہوں جناب" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"اوہ... اچھا... کیا بات ہے؟"

"میں بہت خوفزدہ ہوں جناب!"

"تم... خوفزدہ ہو" علامہ کے لہجے میں حیرت تھی۔ "کس سے؟"

"میں نے... ابھی ابھی اس لڑکی کو دیکھا ہے"

"کس لڑکی کو؟"

"وہ جو اچانک مر گئی تھی... یاسمین... یاسمین"

"تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟"

"میں سچ کہہ رہی ہوں، خواب نہیں دیکھا... اور نہ کوئی نشہ کرتی ہوں۔ ابھی چند منٹ پہلے کی بات ہے... سفید لباس میں ملبوس تھی۔ میرے پائیں باغ میں... اور اس کے جسم سے ہلکی ہلکی روشنی پھوٹ رہی تھی۔"

"کیا تم اس سے بہت زیادہ متاثر تھیں؟"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا!"

"پھر وہ تمہارے پائیں باغ میں کیا کر رہی تھی۔؟"

"میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا!"

"کچھ بولی تھی؟"

"نہیں جناب! لیکن ایسا لگتا تھا جیسے کسی قسم کا اشارہ کر رہی ہو۔"

"ٹھیک ہے... اپنے ذہن کو فضولیات سے متاثر نہ ہونے دو... روح جسم کے بغیر [illegible] تصور ہے اگر فزکس کے نقطۂ نظر سے دیکھو تب بھی [illegible] بارہ [illegible] سے قبل ممکن نہیں۔"

"بہت بہت شکریہ جناب۔"

علامہ ریسیور کریڈل پر رکھ کر برآمدے میں نکل آیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی گاڑی یونیورسٹی کیمپس کی طرف جا رہی تھی اور وہ خود ہی ڈرائیو کر رہا تھا۔

[illegible] کا چہرہ پرسکون نظر آ رہا تھا۔ اس عجیب و غریب اطلاع پر وہ [illegible] ذہنی [illegible] میں مبتلا نہیں ہوا تھا۔ حالانکہ اس رات جب فون پر یاسمین کی روح سے ہم کلام ہوا تھا تو اس کی حالت غیر ہو گئی تھی۔

فرحت جاوید سچ مچ خوفزدہ نظر آئی۔ چہرے کی رنگت زرد ہو گئی تھی۔

"تم نے وہ بھوت کس جگہ دیکھا تھا؟" علامہ نے اس سے پوچھا۔

فرحت نے پائیں باغ کے ایک گوشے کی طرف اشارہ کیا۔

"وہاں اس نے تمہیں کسی قسم کا اشارہ کیا تھا۔"

"جی ہاں"

"اس کے بعد... نہیں ٹھہرو... وہاں تو اندھیرا ہے۔ برآمدے کی روشنی اس حد تک نہیں پہنچ رہی۔"

"میں نے شاید آپ کو یہ نہیں بتایا تھا کہ خود اس کے جسم سے ہلکی ہلکی روشنی پھوٹ رہی تھی... اس روشنی میں وہ پوری طرح دکھائی دیتی تھی۔ پھر دفعتاً غائب ہو گئی تھی۔"

"تم نے جسم سے پھوٹنے والی روشنی کا ذکر کیا تھا بہرحال تم اسے واہمہ سمجھنے پر تیار نہیں ہو؟"

"جی نہیں... قطعی نہیں... میں نے جاگتی آنکھوں سے دیکھا تھا!"

"چلو.... وہاں چلتے ہیں۔ دیکھیں شائد قدموں کے نشانات بھی چھوڑ گئی ہو۔ تھی تو قدموں کے نشانات بھی ہوں گے۔!"

"اس وقت ادھر جانے کی ہمت نہیں کر سکتی۔ کل دن میں دیکھ لوں گی۔!"

"میں ساتھ ہوں تمہارے۔ بچوں کی سی باتیں نہ کرو۔!"

وہ نہیں مانی تھی۔ برآمدے میں کھڑی رہی تھی۔ اور علامہ ٹارچ روشن کئے ہوئے بنگلے کی طرف بڑھ گیا تھا۔ بہت غور سے آس پاس کی زمین کا جائزہ لیتا رہا۔ لیکن کسی قسم کے نشانات نہ مل سکے۔ تھک ہار کر پھر برآمدے میں واپس آگیا۔

"اگر اسے بھوت تسلیم بھی کر لیا جائے تو تمہارے بنگلے میں اس کا کیا کام۔!" علامہ دیر بعد کہا۔

"میں خود نہیں سمجھ سکتی جناب۔!"

"تمہیں شائد علم نہیں ہے کہ یہاں کا ایک بلیک میلر میرے پیچھے پڑ گیا ہے اور اس کوشش میں لگا ہوا ہے کہ کسی طرح یاسمین کی موت کی ذمہ داری مجھ پر ڈال دے۔!"

"وہ کون ہے۔!"

"خدا جانے۔ بلیک میلر کبھی اپنی اصل شخصیت نہیں ظاہر کرتے۔!"

"آخر وہ کس بناء پر کہہ سکتا ہے کہ یاسمین کی موت کے ذمہ دار آپ ہیں۔!"

"یہی بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔ اور اگر اسے بھوت ہی کا تماشہ ہی دکھانا تھا تو مجھے دکھاتا... تمہیں کیا سروکار ان باتوں سے۔!"

"تو کیا سچ مچ" وہ جلدی جلدی سانس لیتی ہوئی بولی۔

"بیوقوفی کی باتیں مت کرو۔ اس کی موت سے مجھے کیا فائدہ پہنچتا۔"

"چلئے... اندر بیٹھئے... میں کافی بناتی ہوں۔!"

"کیا وہ بوڑھی عورت آج کل نہیں ہے جو کچن میں کام کرتی تھی۔!"

"اسے ملیریا ہو گیا تھا۔ میں نے آرام کرنے کو کہا ہے۔!"

"اس لئے خود ہی سارے کام کر رہی ہو۔!"

"مجبوری ہے۔!"

وہ اسے سٹنگ روم میں لائی تھی اور خود کچن کی طرف چلی گئی تھی۔

علامہ خاموش بیٹھا سٹنگ روم میں رکھی ہوئی آرائشی مصنوعات کا جائزہ لیتا رہا۔

ٹیلیفون کی گھنٹی بجی تھی اور وہ چونک اٹھا تھا۔ ہاتھ بڑھایا تھا ریسیور کی طرف اور پھر رک گیا تھا۔ گھنٹی بجتی رہی۔ آخر فرحانہ ہی دوڑتی ہوئی کال ریسیو کرنے آئی تھی۔

"ہیلو۔" وہ ریسیور اٹھا کر ماؤتھ پیس میں بولی۔ "جی ہاں... فرمائیے۔ اوہ... جی ہاں تشریف رکھتے ہیں بس ایک منٹ۔!"

پھر اس نے ریسیور علامہ کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "آپ کی کال ہے۔!"

"میری کال... یہاں؟... کون ہے۔!"

"کوئی خاتون ہیں۔!"

علامہ نے بُرا سا منہ بنا کر اس کے ہاتھ سے ریسیور لیا تھا اور اپنا نام بتا کر دوسری طرف سے کچھ سننے کا منتظر رہا تھا!

"پروفیسر۔" نسوانی آواز آئی تھی۔ "میں تمہیں نظر نہیں آؤں گی... لیکن تم سے تعلق رکھنے والے دوسرے لوگ مجھے دیکھتے رہیں گے۔"

"تم جو کوئی بھی ہو! مجھے باور نہیں کرا سکتیں کہ تم یاسمین کی روح ہو... لہٰذا یہ ڈرامہ ختم کرو۔ اور مجھے بتاؤ کہ تم کیا چاہتی ہو۔!"

"میں صرف یہ چاہتی ہوں کہ وہ جو دنیا میں رہ گئے ہیں تمہاری دستبرد سے محفوظ رہیں۔"

"بڑا نیک خیال ہے... لیکن تم یہ نیک کام کس طرح انجام دو گی۔!"

"تمہارا شکار محفوظ ہو گیا ہے۔ جسے شادی کے لئے مارنے کا ارادہ رکھتے تھے۔!"

"کیا بات ہوئی۔!"

"اگر یہ بات نہ ہوتی پروفیسر تو میں اس وقت فرحانہ کے بنگلے میں کیوں نظر آتی۔ میں تم سے بہت قریب ہوں۔!"

علامہ نے کنکھیوں سے فرحانہ کی طرف دیکھا تھا۔ وہ جلدی سے بولی تھی۔ "اوہ دودھ چولہے پر اُبل گیا ہوگا۔!"

وہ چلی گئی اور علامہ پھر روح کی بات سننے لگا تھا۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "اس طرح فرحانہ بھی

محفوظ ہو گئی ہے!"

"کیا میں اسے مجذوب کی بڑ سمجھوں؟" علامہ مسکرا کر بولا۔

"نہیں، یقین کرو کہ میں یاسمین ہوں اور عالم ارواح سے بول رہی ہوں ورنہ تمہیں دنیا میں کون جانتا ہے کہ تم پیر علی کے بیٹے ہو۔"

"مت بکواس کرو... مت بکواس..." دفعتاً علامہ کے پورے جسم میں تھرتھری پڑ گئی تھی۔

"اب تمہیں میاں توقیر کا سراغ نہیں مل سکے گا۔"

"شٹ اپ..." علامہ حلق پھاڑ کر دھاڑا تھا۔

اور دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز آئی تھی۔

وہ ریسیور رکھ کر لڑکھڑاتا ہوا صوفے تک آیا۔ لیکن فون کی طرف ایسی نظروں سے دیکھے جا رہا تھا جیسے حقیقتاً اس میں سے کوئی غیر مرئی شے نکل کر [illegible]۔

فرحانہ ٹرالی دھکیلتی ہوئی سٹنگ روم میں داخل ہوئی تھی۔ اس کی آہٹ پر وہ چونکا تھا اور وہ اسے حیرت سے دیکھتی ہوئی بولی تھی۔ "آپ... آپ ٹھیک تو ہیں۔"

"ہاں... ہاں..." اس نے زبردستی مسکرانے کی کوشش کی تھی۔

"کوئی بری خبر تھی؟"

"یاسمین کی روح فون پر مجھ سے مخاطب تھی۔"

"نہیں۔" فرحانہ چلتے چلتے رک گئی۔

"ہونہہ... کیا اہمیت ہے اس کی... کافی پلاؤ..." علامہ نے کہا اور جیب سے رومال نکال کر چہرے کا پسینہ خشک کرنے لگا۔

"فون پر کیا کہہ رہی تھی۔" فرحانہ نے پوچھا۔

"میاں توقیر کو میری دسترس سے محفوظ رکھنا چاہتی ہے۔ کہہ رہی تھی اب مجھے اس کا سراغ نہیں ملے گا۔"

"میں نہیں سمجھی۔"

"ختم کرو... کافی دو۔"

فرحانہ نے کافی انڈیل کر پیالی اس کی طرف بڑھائی تھی۔

ایک گھونٹ لے کر پیالی میز پر رکھتا ہوا بولا۔ "تو وہ کل یہاں پہنچ رہا ہے؟"

"خط میں یہی لکھا تھا۔ لیکن یہ نہیں لکھا تھا کہ قیام کہاں کرے گا؟"

"سیٹھ کاٹی تیجل میں ٹھہرتا ہے... میں جانتا ہوں... لیکن مجھے یقین ہے کہ مجھ تک نہیں پہنچ سکے گا!"

"کیسے... کیوں؟"

"روح اس کا... بچی ہے۔"

"میں نہیں سمجھی۔"

"دیکھو... شیلا اور پیٹر کا سراغ آج تک نہیں مل سکا۔ وہ دونوں اسی کے قبضے میں ہیں۔"

فرحانہ کی آنکھوں میں عجیب سی چمک پیدا ہوئی تھی اور چہرہ کھل اٹھا تھا۔

علامہ نے یہ تبدیلی محسوس کرلی اور اسے ایسی نظروں سے دیکھنے لگا جیسے اس عورت کا یہ اظہار مسرت اسے [illegible] بھی پسند نہیں آیا ہو۔

"تم بہت خوش ہو رہی ہو۔"

"بہت زیادہ... یا اپنی پسند یا کچھ بھی نہیں؟"

"میں زندگی سے مایوس ہوتا جا رہا ہوں۔"

"کیوں جناب؟"

"کسی قسم کی بھی تربیت نے جذبات کی غلامی سے رہائی نہیں دلا سکی۔"

فرحانہ کچھ نہ بولی۔ علامہ نے خاموشی سے کافی ختم کی تھی اور اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"کیا آپ ناراض ہیں مجھ سے؟" فرحانہ گھگھیائی۔

لیکن وہ کچھ کہے بغیر باہر نکلا چلا گیا تھا۔ فرحانہ بھی پیچھے پیچھے آئی تھی۔ وہ گاڑی میں بیٹھ کر انجن اسٹارٹ کیا اور گاڑی بیک کرتے کمپاؤنڈ سے نکالی۔ فرحانہ جہاں تھی وہیں دم بخود کھڑی رہی۔

گاڑی سڑک پر پہنچتے ہی تیز رفتاری سے مغرب کی جانب روانہ ہو گئی۔ دیوانوں کی طرح ڈرائیو کر رہا تھا اور ساتھ ہی بڑبڑاتا بھی جا رہا تھا۔ "تف ہے میری زندگی پر... ابھی تک اس کو تلاش نہیں کر سکا۔ جاگ شہزور... جاگ... شہزور..."

وہ اتنے زور سے چیخا تھا کہ بالآخر اسے کھانسی آ گئی تھی!

کار اسی تیز رفتاری سے سڑکیں ناپتی رہی۔ پھر شاید اس نے [illegible] کی جانب راستہ [illegible] دیا تھا۔ اس گاڑی میں اندر اور باہر [illegible] کی عقب نما آئینے لگے ہوئے تھے۔ اس کی موجودگی میں [illegible] بھی اندھیرے میں تعاقب کیا جاتا علامہ کی نظروں سے پوشیدہ رہ سکتا!

شاید اس ویران سڑک پر آ نکلنے کا بھی مقصد تھا کہ وہ تعاقب کرنے والوں پر نظر رکھ سکے۔

تھوڑی دیر بعد اس نے گاڑی پھر شہر کی طرف موڑ دی تھی۔ اطمینان ہو گیا تھا کہ تعاقب نہیں کیا جا رہا اور پھر شہر کی جاگتی جگمگاتی ہوئی سڑکوں سے گزرتے وقت ایک بار پھر [illegible] پر جھنجھلاہٹ کا دورہ پڑا تھا۔

"علامہ کا کوئی بال بھی بیکا نہیں کر سکتا [illegible] اور شہزور لولائی چھان رہا ہے۔ [illegible] ہے [illegible] آخری آدمی [illegible] توقیر [illegible] نہیں رہ سکتا [illegible] خواہ سات پردوں میں چھپ جائے [illegible] نہیں سوال ہی نہیں پیدا ہوتا [illegible] اگر وہ بلیک میلر میری اصلیت سے واقف ہو گیا ہے تو [illegible] پڑتا ہے اس سے [illegible] وہ کسی طرح بھی اسے ثابت نہیں کر سکے گا [illegible] اور اب میں [illegible] دیکھوں گا۔"

گاڑی اس کی کوٹھی کی طرف جا رہی تھی [illegible] اور پھر اچانک اسے معلوم ہوا کہ [illegible] گاڑی اس کا تعاقب کر رہی ہے۔

وہ بہری ہنسی کے ساتھ بولا تھا۔ "آؤ [illegible] تو [illegible] آج تمہاری شامت ہی آ گئی ہے۔ [illegible] کوئی بھی ہو [illegible]!"

کچھ دور چلنے کے بعد اس نے اچانک بریک لگائے تھے [illegible] اور پچھلی گاڑی [illegible] شروع کر دیا تھا۔ پھر وہ تھوڑی سی تیزی [illegible] اس کی گاڑی کے قریب ہی سے آگے نکل گئی۔ [illegible] ڈرائیو کرنے والے کی پشت ہی دیکھ سکا۔ اب وہ خود اس گاڑی کا تعاقب [illegible] رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس پر ہنسی کا دورہ پڑا تھا [illegible] کیونکہ اس نے ایک موڑ پر ڈرائیور کی شکل [illegible] تھی۔ وہ کوئی عورت تھی [illegible] اور عورت بھی [illegible] سفید فام!

اس نے ہونٹوں پر زبان پھیری اور دونوں گاڑیوں کا فاصلہ کم کرنے کی کوشش [illegible] اور پھر ایک جگہ موقع دیکھ کر اپنی گاڑی اس سے آگے نکال لے گیا۔

"[illegible] تو یہ ہے!" وہ زور اسامہ [illegible] کر چلایا تھا۔ گاڑی آگے نکالتے وقت اس نے اس کی شکل دیکھ لی تھی!

لیکن وہ اس کا تعاقب کیوں کر رہی تھی۔ بحیثیت علامہ دہشت وہ اس کے واقفوں میں سے نہیں تھی.... پھر؟ ایک بڑا سا سوالیہ نشان ذہن میں ابھرا تھا!

[illegible] کوٹھی کے قریب پہنچ کر اس نے گاڑی روکی تھی اور اترنے بھی نہیں پایا تھا کہ پچھلی گاڑی قریب ہی آ رکی۔

عورت نے گاڑی سے سر نکال کر کہا۔ "بد تمیزی ضرور ہے لیکن میں پوچھ سکتی ہوں کہ یہ گاڑی کس کی ہے؟"

علامہ نے چونک کر اپنی گاڑی کو دیکھا تھا اور نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا لیا تھا۔

"آپ کیوں پوچھ رہی ہیں۔" علامہ نے سنبھل کر سوال کیا۔

"میرا خیال ہے کہ یہ میرے ایک دوست کی گاڑی ہے۔"

"تو پھر.... مجھے اعتراف ہے کہ یہ گاڑی میری نہیں ہے۔"

"کس کی ہے؟"

"آپ کے دوست کی؟" علامہ مسکرایا تھا۔

"کیا نام ہے اس کا؟"

"کمال ہے آپ اپنے دوست کا نام بھی نہیں جانتیں۔"

"میں اسے دوسرے نام سے جانتی ہوں۔"

"بہتر ہے ہم اندر چل کر اس مسئلے میں گفتگو کریں۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔" عورت بھی گاڑی سے اترتی ہوئی بولی۔

"آئیے" علامہ پھاٹک کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

وہ اسے ڈرائنگ روم میں لایا تھا۔

"میرا نام تہمینہ [illegible] ہے"

"اور میں [illegible] ہوں"

"[illegible] اس نے مصافحہ کیا تھا [illegible] اور تہمینہ اسے بغور دیکھتی ہوئی بولی تھی۔ "مجھے اپنے دوست

کی تلاش ہے اور وہ مجھ سے ناراض ہو گیا ہے۔"

"لیکن میں کسی [illegible] کو نہیں جانتا۔"

"تم نے کہا تھا کہ وہ گاڑی تمہاری نہیں ہے؟"

"ہاں میرے ایک دوست کی ہے [illegible] اور وہ یہیں میرے ساتھ مقیم ہے۔ اس وقت [illegible] لائبریری میں ہوگا۔"

"کیا وہ کوئی حبشی ہے؟"

"ہاں ہے تو حبشی ہی۔"

"تمہاری طرح مضبوط اور قد آور۔"

"ہاں..... وہ ایسا ہی ہے؟"

"خدا کے لئے مجھے اس سے ملوا دو [illegible] میرے پاس اس کے لئے ایک اہم خبر ہے"

"اچھی بات ہے۔ آپ یہیں بیٹھئے [illegible] میں اسے بھیجتا ہوں۔" [illegible] اندر چلا گیا۔

دس منٹ کے اندر اندر شہروز بن کر اس نے انٹرکام پر کسی [illegible] کو مخاطب کیا تھا [illegible] دوسری طرف سے جواب ملنے پر بولا تھا۔

"سٹنگ روم میں ایک گوری عورت بیٹھی ہوئی ہے [illegible] لائبریری [illegible] پہنچا کر واپس چلے جاؤ۔"

اس کے بعد وہ دروازے کے قریب ہی آکھڑا ہوا تھا۔ قدموں کی چاپ سن کر [illegible] تھا اور تھیسا کا ہاتھ پکڑ کر اندر کھینچ لیا تھا۔ وہ اس کے بازوؤں میں گر گئی۔

"یہ کیا حرکت تھی؟" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

"کوہ [illegible] ڈارلنگ [illegible] مجھے معاف کر دو [illegible] میں نے تمہاری گاڑی پہچان لی تھی [illegible] آدمی نے اعتراف کر لیا کہ تم اس کے گھر میں موجود ہو۔"

"میں نے تمہیں منع کیا تھا کہ کبھی میری ٹوہ میں نہ رہنا؟"

"دل سے مجبور ہوں اور میں تمہیں ایک اطلاع بھی دینا چاہتی تھی اور ساتھ ہی یہ بھی چاہتی تھی جو کچھ بھی ہوا اس میں میرا قصور نہیں تھا۔ اگر تم مجھے حالات سے آگاہ [illegible] دیتے تو"

اسے بھول جاؤ۔" وہ جھنجلا کر بولا۔ "کیا اطلاع دینا چاہتی تھیں۔"

"ایک آدمی تمہارے متعلق پوچھ گچھ کرتا پھر رہا ہے۔"

"کون آدمی ہے؟"

"میں نے اسے نہیں دیکھا [illegible] کارمن نے بی اے ساجد سے پوچھ گچھ کی تھی اور اسے [illegible] ہے تھے اور کہا تھا کہ اگر وہ تمہیں ڈھونڈ نکالنے میں کامیاب ہو گیا تو [illegible] گا۔"

"وہ تو ساجد کو اس نے اپنا نام اور پتا بھی بتایا ہوگا؟"

"بتایا تھا [illegible] مجھے زیادہ نہیں [illegible] اسے پتا ہوگا۔"

"کیا ساجد نے تمہیں بھی دیکھا ہے؟"

"ضرور دیکھا ہوگا [illegible] بار ہی کے ایک حصے میں تو رہتا ہے۔"

"خیر میں دیکھوں گا [illegible] اب تم اس آدمی کی بات کرو۔ جو میرے آدمی کو تمہاری حویلی سے لے گیا تھا؟"

"وہ معاملہ ہی میری سمجھ میں نہیں آسکا۔ جو وہاں مریض بن کر آیا تھا وہ ڈاکٹر برنارڈ کو زخمی کر کے اٹھا لے گیا؟"

"اور تم نے اسے وہ جگہ بھی بتا دی تھی جہاں ہم آخری بار ملے تھے۔"

"میں ہوش میں کب تھی؟"

"تمہیں کیا ہوا تھا!"

"اس نے برنارڈ کو زخمی کرنے کے بعد مجھے بے ہوش کر دیا تھا۔ اس کے بعد اتنا ہی یاد [illegible] اس نے کوئی چیز میرے بازو میں [illegible] دی تھی"

تھیسا اچانک خاموش ہو کر شاید سوچنے لگی تھی کہ اس جھوٹ کو کس طرح آگے بڑھائے۔

"خاموش کیوں ہو گئیں؟"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ انجکشن کے بعد کیا ہوا تھا [illegible] ہو سکتا ہے اسی دوران میں اس [illegible] مجھ سے تمہارے بارے میں سب کچھ پوچھ لیا ہو [illegible] مجھے بتاؤ کیا وہ اس جگہ پہنچ گیا تھا جہاں ہم [illegible] ملے تھے!"

"ہاں پہنچ گیا تھا۔" وہ اسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔

"تب تو پھر ہی اکسٹش کے زیر اثر میں نے اسے سب کچھ بتا دیا ہو گا۔ کیونکہ مجھے یاد ہی نہیں کہ اس کے بعد کیا ہوا تھا۔ اور سنو میں تم سے کچھ بھی نہیں چھپانا چاہتی۔ اس آدمی نے مجھے چرس کا ایکسٹریکٹ بھی بھجوایا تھا جسے میں آج کل استعمال کر رہی ہوں۔ ورنہ تمہارے منہ پھیر لینے کے بعد مر ہی جاتی... میں نہیں جانتی کہ اس نے ایسا کیوں کیا؟"

"تب تو وہ تم سے ملتا بھی رہتا ہو گا۔"

"ہرگز نہیں۔ اس نے فون پر مجھ سے کہا تھا کہ وہ چوکیدار کو میرے لیے ایک پیکٹ دے گیا ہے۔ میں وصول کر لوں۔ اس پیکٹ میں چرس کا ایکسٹریکٹ ہے اور میرے لیے بہت دنوں کے لیے کافی ہو گا۔ اب میں نہیں سمجھ سکتی کہ اس نے ایسا کیوں کیا۔"

"اور اب ساجد کے بارے میں بھی کچھ بات بتا دو۔"

"ٹھیک... کیا مطلب..."

"مجھ سے جو عورتیں جھوٹ بولتی ہیں تو میں انہیں حال سے مار دیتا ہوں۔"

"وہ... وہ... میں تمہارے ہی ڈر سے جھوٹ بولی تھی... مجھے معاف کر دو۔ تمہیں تلاش کرنے ہی کے سلسلے میں سب کچھ ہوا ہے۔"

"اور کیا ہوا ہے؟"

"بس ساجد والا معاملہ... اس نے تمہیں کبھی نہیں دیکھا۔ وہ دراصل میں نے اسے کرسٹی کی نگرانی پر لگایا تھا کہ شاید کبھی تم اس سے ملو... اور ساجد تمہارا تعاقب کر کے تمہاری قیام گاہ سے واقف ہو جائے!"

"تو تم اس طرح رہی ہو میری ٹوہ میں..."

"مجھے معاف کر دو ڈارلنگ... میں تم سے بہت متاثر ہوئی ہوں۔ ورنہ کوئی مرد مجھ سے ایسے لہجے میں گفتگو کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔"

"پوری بات بتاؤ۔"

تحسینہ نے ساجد کی کہانی دہرائی تھی۔

اور وہ آنکھیں نکال کر بولا تھا "دل تو یہی چاہتا ہے کہ ابھی اور اسی وقت تمہارا گلا گھونٹ

"میں پھر سوچتا ہوں کہ تم وقتی دل کے ہاتھوں مجبور رہی ہو گی۔ ویسے اس بارے کی میں نے کتنی بار تم سے کہا ہے کہ تم سے ملنے کے بعد سے پھر کوئی عورت نہیں لگی ... ذرہ برابر بھی تم سے پہلے کی بات ہے۔ کچھ ساتھ میں سب بیٹھے، دیکھا جا سکتا ہوں۔"

"میں مرے کو کیا تیرا ہوں ڈارلنگ۔ تمہاری زبان سے یہ اعتراف سن لینے کے بعد زندہ نہیں بچ سکتی۔"

"کیوں!" اس نے چونک کر پوچھا۔

"کل بھی بات کسی دوسری سے منہ لگی پڑے۔ لہٰذا میرے لیے یہ بہت بڑا اعزاز ہو گا کہ اس سے پہلے ہی مر جاؤں۔"

"ساجد سے اس کا یہ حلیہ بتایا تھا۔"

"بڑی خوفناک شکل تھی۔ خونخوار آنکھیں۔ موٹی سی ناک... مونچھیں بھی... چند دن نہ چونکہ اس نے ساجد کو یہ بھی بتایا تھا کہ ڈاکٹر کی اس سے کی محبوبہ ہے! اس کو شبہ ہو گیا ہے کہ اس کا تعلق کسی اور سے بھی ہے۔ لہٰذا وہ اس کے ملنے جلنے والوں کی نگرانی کر رہا ہے۔"

وہ چند لمحے خاموش رہنے کے بعد بولا۔ "اچھا تو اس نے ساجد سے یہ بھی کہا ہو گا کہ تم سے ملاقات کا ذکر نہ کرے۔"

"بالکل یہی کہا تھا۔ تم تو سوجھ بوجھ رکھتے ہو ڈارلنگ۔ مجھے بتاؤ وہ کون ہے اور ہمارے پیچھے کیوں پڑ گیا ہے۔"

"ایک کاروباری حریف۔ فکر نہ کرو۔ اور ساجد سے کہو کہ وہ بدستور ڈورا کرسٹی کی نگرانی کرتا رہے۔"

"وہ تو کر رہا ہے۔"

"بہت وفادار آدمی معلوم ہوتا ہے کہ تم سے ذکر کر دیا!"

"وہ تو بیچارہ جان بچانے کے لیے اس سے اتفاق کر رہا تھا ورنہ شاید گفتگو تک بھی نہ کرتا!"

"ہوں تو وہ چرس کا ایکسٹریکٹ..."

"حیرت انگیز ہے ڈارلنگ... چرس سے بھی زیادہ ... ہے"

"اس کے بعد بھی اس نے تم سے فون پر گفتگو کی ہو گی؟"

"نہیں قطعی نہیں ... لیکن مجھے شبہ ہے ..." "میرا خیال ہے کہ سعدی سے بات ہو رہی ہے؟"

"کون...؟" اس نے زوردار قہقہہ لگایا تھا۔

وہ بھی ہنس پڑی تھی اور پھر علامہ نے کہا تھا "اب تم جاؤ اور آئندہ جو بھی تاریخ ہو [illegible] میں خود ہی تم سے ملتا رہوں گا۔"

"تم بھول جاؤ گے؟"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ دراصل چند معاملات صاف نہیں تھے۔ جو اس ملاقات سے واضح ہو گئے ہیں۔ بہر حال اب نہ ملنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ اچھا اب تم سٹنگ روم میں چلو میرا دوست اچھا آدمی ہے تھوڑی دیر اس سے گفتگو کئے بغیر مت جانا۔"

"میں کسی پالتو کتیا کی طرح تمہارے ہدایات کی تعمیل کرتی ہوں۔"

"اسی لئے تمہارے علاوہ اب اور کوئی عورت پسند نہیں آتی ... کل رات ملنے کے [illegible] رخصت [illegible]"

"کل ملو گے؟" وہ خوش ہو کر بولی۔

"ہاں ... ہاں۔ اب روز ملوں گا بے فکر رہو۔"

وہ سٹنگ روم میں واپس آ گئی تھی۔ لیکن اب وہ شخص موجود نہیں تھا۔ نیچی میز کے سامنے ایک طرف بیٹھ گئی۔ لیکن اسے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا تھا۔ علامہ جلدی ہی اصل حیثیت میں واپس پہنچ گیا تھا۔

"مجھے افسوس ہے محترمہ، ایک ضروری کام میں الجھ گیا تھا۔ یہ آپ کی مدارات اس نے [illegible] ہو گی۔ میں نے علامہ کو ہدایت کر دی تھی۔"

"ہو گئی ... مہاراج بہت بہت شکریہ۔ [illegible] ہوں۔"

وہ علامہ اور شہزور کی آوازوں میں ہلکی سی بھی مماثلت بھی محسوس نہ کر سکی تھی۔

"آپ کیا لیں گی؟" علامہ نے پوچھا۔

"کچھ بھی نہیں۔ ویسے آپ نے اپنا پورا تعارف نہیں کرایا؟"

"یونیورسٹی میں سوشیالوجی کا درس دیتا ہوں۔"

"اوہ ... تو میں ایک استاد سے متعارف ہوئی ہوں۔ خوش نصیبی۔"

علامہ صرف مسکرا کر رہ گیا تھا۔

* * *

ساجد نے دورا کرشی کو اس کے گھر تک پہنچا دیا تھا۔ اور پھر وہیں سے [illegible] سوچ رہا تھا [illegible] کار دن اور [illegible] کی اور اس پر سے وہی کچھ فہیم ہی اترتا [illegible] جس سے [illegible] ہی [illegible] وہ دورا کرشی کی نگرانی کرتا رہا تھا [illegible] اس سارے عرصہ میں [illegible] کسی کی روزی اور ساتھ ہی [illegible] لپٹ گئے۔ سڑک کے دوسرے کنارے پر اس نے اپنی موٹر سائیکل روکی تھی۔

[illegible] کو عمارت میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا۔ اور موٹر سائیکل کا انجن کھول کر تاریکی میں اس کا جائزہ لینے لگا۔ کبھی پلگ نکال کر اسے صاف کرتا اور کبھی کسی پرزے پر [illegible] تھا۔ بہر حال وہ یہ ظاہر کرنا چاہتا تھا جیسے گاڑی میں اچانک کوئی خرابی ہو جانے کی بنا پر اسے رکنا پڑا ہے۔

لیکن ضروری نہیں تھا کہ [illegible] کی واپسی جلدی ہی ہو جاتی۔ دل ہی دل میں اسے گالیاں دے رہا [illegible] نہ جانے اس وقت کہاں سے آ مرا وہ جبکہ وہ اس جادو [illegible] کی شخص نے توڑ کر رکھ دیا [illegible] اور پیچھے دونوں سے دورا کرشی خود اسے بھی بھی تکنے لگی تھی۔ اور وہ [illegible] بتاتا تھا کہ اس [illegible] نتیجہ [illegible] پر وہ بھی اس کے بوتیک میں جا کر [illegible] کو مزید [illegible] دے [illegible] گا۔

[illegible] پر جھکے جھکے کمر دکھنے لگی تھی [illegible] اس نے پل بھر کو سیدھا ہونے کی کوشش کی۔ لیکن [illegible] طرح سیدھا بھی نہیں ہو پایا تھا کہ کسی نے عقب سے گردن پر وار کیا [illegible] آنکھوں میں ستارے ناچے تھے اور تاریکی میں تحلیل ہو گئے۔ چکرا کر گرا تھا اور پھر [illegible] سب بے خبر ہو گیا تھا۔

دوبارہ پتہ نہیں کب آنکھ کھلی تھی... اور کہاں کھلی تھی۔ بوکھلا کر اٹھ بیٹھا۔

[illegible] سے کود کر دروازے کی طرف جھپٹا۔ ہینڈل گھما کر کھولنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ

مشکل ثابت ہوا۔

پاگلوں کی طرح اس نے دروازہ پیٹنا شروع کر دیا۔ ساتھ ہی احمقانہ انداز میں چیخنے بھی لگا تھا۔ بالآخر کسی نے باہر سے قفل میں کنجی گھمائی تھی اور ڈپٹ کر بولا تھا۔ "پیچھے ہٹ جاؤ۔" ساجد اچھل کر کئی قدم پیچھے ہٹ گیا تھا۔ دروازہ کھلا اور سامنے وہی دیو زاد ہی نظر آیا۔ کمرے میں داخل ہو کر اس نے دروازہ بند کرتے ہوئے نرم لہجے میں کہا۔ "آرام سے بیٹھ جاؤ... پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"لل... لیکن یہ سب کیا ہے؟" ساجد ہکلایا۔

"کچھ بھی نہیں... بس معقول معاوضے پر تم میرے لئے ایک کام کرو گے۔ میں تمہیں پانچ سو پر ٹالنے کی کوشش نہیں کروں گا۔ میری طرف سے پانچ ہزار!"

"مم... میں سمجھا نہیں جناب۔"

"تم اپنی ملکہ کے لئے میرا پتا معلوم کرنا چاہتے تھے؟"

"جج... جی ہاں... میں بے قصور ہوں!"

"مجھے علم ہے۔ کوئی بھی ملکہ کا حکم نہیں ٹال سکتا۔"

"جی ہاں۔ جی ہاں۔" ساجد خوش ہو کر بولا۔

"میں اس سلسلے میں تم سے باز پرس نہیں کرنا چاہتا۔"

"شش... شکریہ جناب۔"

"لیکن وہ آدمی جس نے تمہیں اپنے معاملے میں الجھانے کی کوشش کی تھی۔"

"آپ جانتے ہیں۔"

"مجھے علم ہے۔"

"تو پھر آپ یہ بھی جانتے ہوں گے۔ وہ مجھے مقتول کے روپ میں اپنے ساتھ لے گیا تھا۔"

"ہاں میں یہ بھی جانتا ہوں۔"

"تو پھر میں بے قصور ہوا نا۔"

"میں نے ابھی تک تمہیں قصوروار تو نہیں ٹھہرایا؟"

"بہت بہت شکریہ جناب!"

"مجھے بھی اس آدمی کی تلاش ہے۔ اگر ہاتھ آ گیا تو میں تمہیں پورے پانچ ہزار دوں گا۔"

"آپ اتنے مہربان ہیں تو میں آپ کا کام مفت بھی کر سکتا ہوں جناب عالی۔"

"تم کس طرح کرو گے میرا کام...؟"

"جس طرح آپ فرمائیں گے جناب۔"

"ٹھیک ہے میں ایسا ہی جواب سننا چاہتا تھا.... تمہارے پاس اس کے فون نمبر ہیں۔؟"

"جی ہاں... ؟"

"اس سے فون پر رابطہ قائم کر کے کہو کہ تم نے میری قیام گاہ کا پتا لگا لیا ہے۔"

"بہت اچھا جناب۔"

"پتا میں تمہیں بتا دوں گا۔"

"ٹھیک ہے... لیکن اگر اس نے مجھ سے کہا کہ اس کے ساتھ جا کر آپ کی قیام گاہ دکھلاؤں تو..."

"ایسی صورت میں اس سے پانچ سو روپے پہلے ہی وصول کر لینا۔"

"آپ کو کوئی اعتراض تو نہ ہوگا۔"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔"

"تو پھر اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ مجھے رہا کر دیں گے۔"

"کمال کرتے ہو... تمہیں گرفتار کب کیا تھا کہ رہا کروں گا۔ وہاں سڑک پر روک کر تمہیں پوری بات سمجھا دینا خطرے سے خالی نہ ہوتا... اس لئے یہ طریقہ اختیار کیا گیا۔"

"کوئی بات نہیں..." ساجد سر ہلا کر بولا۔ "لیکن جناب... آخر میری ملکہ آپ کے پیچھے کیوں پڑ گئی ہیں۔"

"بے وقوفی کی باتیں مت کرو..." وہ دانت نکال کر مسکرایا تھا!

ساجد کے دانت نکل پڑے... انداز ایسا ہی تھا جیسے بات اس کی سمجھ میں آ گئی ہو!

◆

ایئرپورٹ پر میاں توقیر محمد جس شخص کو اتر کانٹی نینٹل کا نمائندہ سمجھ بیٹھے تھے وہ بلیک زیرو کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔ اسی کی فراہم کی ہوئی کار میں جو پچھلی سیٹ پر بیٹھے تھے وہ بیٹھے ہی بیٹھے سو گئے تھے کیونکہ کار کی روانگی سے قبل بلیک زیرو نے انہیں کافی بھی پلوائی تھی۔ بیدار ہونے پر انہوں نے خود کو کار کی بجائے کسی خواب گاہ میں پایا تھا۔

بلیک زیرو سے دوبارہ ملاقات ہوئی تھی اور اس نے انہیں کچھ پوچھنے کا موقع نہیں دیا تھا وہ یہ بتانے لگا تھا کہ ان کی زندگی خطرے میں تھی اس لئے انہیں ایک محفوظ مقام پر لایا گیا ہے۔

"میری زندگی خطرے میں تھی۔" میاں توقیر نے بے یقینی کے سے انداز میں پوچھا۔

"جی ہاں... اور اسی عورت نے تو [illegible] کے لئے آپ یہاں تشریف لائے ہیں۔"

میاں توقیر کا چہرہ غصے سے تمتما اٹھا تھا... انہوں نے گرج کر پوچھا۔ "تم آخر ہو کون اور تمہیں اس کی جرأت کیسے ہوئی۔"

"آ گئے اصلیت پر...!" تیسری آواز سنائی دی اور وہ اس طرف مڑ گئے۔

بائیں جانب والے دروازے سے عمران اندر داخل ہوا تھا۔

"آپ اپنی شخصیت پر کتنے ہی غلاف چڑھائیں آپ کی اصل نہیں چھپ سکتی۔"

"کیا مطلب...؟"

"ایک ہی جھٹکے میں [illegible] رخصت ہو گیا آخر برس رہے ہیں بیچارے پر۔"

"ارے کہیں... تم لوگوں کا دماغ تو نہیں چل گیا۔"

"سنا بھی...!" عمران نے بلیک زیرو سے کہا۔ "ان کی شیریں زبانی کے چرچے تھے۔"

"اوہ... آخر تم لوگ ہو کون۔"

عمران نے ان کی بات کا جواب دینے کی بجائے بلیک زیرو سے کہا۔ "تم نے اعتراف ہی غلط کیا تھا۔ انہیں یہ باور کرانے کی کوشش کرتے رہو کہ ہم لوگ انہیں اغوا کر لائے ہیں اور بیس پچاس لاکھ وصول کئے بغیر نہیں چھوڑیں گے۔"

"وہ... وہ لڑکی ہے کہاں جو میرے ساتھ تھی؟" دفعتاً میاں توقیر چونک کر بولے۔

"اسے تو ہم نے اتر کانٹی نینٹل پہنچا دیا تھا۔ وہ وہیں آپ کا انتظار کر رہی ہوگی۔" عمران بڑی سادگی سے بولا۔ "عورتوں کے اغوا کو ہم بدتمیزی سمجھتے ہیں...!"

"عورت کو بھی نقصان نہیں پہنچنا۔ اگر وہ ایسا سمجھتی ہے تو غلط فہمی میں مبتلا ہے...!"

"تم جانتے ہو نا میں کون ہوں...!"

"میاں توقیر محمد جبریام۔"

"اچھا اچھا... میں سمجھ گیا اپوزیشن...!"

"خدا کے لئے یہاں سیاست نہ چھیڑ دینا... ویسے تمہاری موت کی ذمہ داری اپوزیشن ہی پر آنے والی تھی کہ اچانک کا کل نے اسکیم بدل دی... مجھے حیرت ہے کہ تمہیں اپنی دونوں خاندانی بہوؤں کی موت کی اطلاع کیسے ملی۔"

"دونوں... کیا مطلب... مجھے پارس کی موت کی اطلاع ملی تھی اور اس سفر کا اصل مقصد ماتم پرسی تھا!"

"دوسری بھی چلی بسی... آپ کا ننہال بھی ختم...!"

"خداوندا... آخر تم کیا کہہ رہے ہو...!"

"زہر مائی ڈیئر توقیر محمد...!"

"کیا سوتیلی ماں...؟"

"جی نہیں! سوال ہی نہیں پیدا ہوتا... وہ بڑی نیک عورت ہے۔"

"تو پھر...؟"

"لمبی کہانی ہے... اس کے لئے آپ کو ماضی میں چھلانگ لگانی پڑے گی...!"

"جلدی سے بتاؤ...؟"

"آپ کے والد صاحب نے اپنے ایک ہمراز امیر علی پر ظلم کیا تھا...؟"

"بس...؟" میاں توقیر ہاتھ اٹھا کر بولے "خدا کے لئے اس کا ذکر مت کرو... میں نے سنا ہے...!"

"اور اس گھرانے کا ایک فرد بچ گیا تھا...!"

"وہ کون ہے؟ کہاں ہے؟ جس طرح بھی ممکن ہو گا میں اسے خوش کرنے کی کوشش کروں گا"

"ہونہہ... آپ سے کہیں زیادہ اونچی پوزیشن والا ہے... اور آپ آخری آدمی ہیں جن کے خاتمے کے بعد شاید اس کے انتقام کی آگ فرو ہو جائے... وہ معمولی دیا سلائی نہیں تھی جس کا شکار آپ کے افراد خاندان ہوئے تھے!"

"اوہ!" میاں توقیر کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

"لیکن اسے کسی طرح بھی ثابت نہیں کیا جا سکے گا کہ وہ [illegible] کامیاب ہے۔"

"آخر... وہ ہے کون...؟"

"وہی جس کی خدمت میں آپ فرحانہ عابد سے شادی کی درخواست پیش کرنے والے تھے۔"

"پروفیسر!" میاں توقیر اچھل پڑے۔

"ہاں... علامہ دہشت... فرحانہ اسی لئے جبراً یہاں پہنچی تھی کہ آپ کو الجھانے کی کوشش کرے۔"

"خداوندا...!" میاں توقیر دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر رہ گئے...! کچھ دیر خاموش رہے پھر انہوں نے سر اٹھا کر پوچھا۔ "لیکن تم کون ہو... اور تمہیں ان معاملات کا علم کیسے ہوا؟"

"اس فکر میں نہ پڑیئے...!"

"میں تمہاری بات پر کیسے یقین کروں"

"کیا میں نے ابھی تک علامہ سے متعلق جتنی باتیں کی ہیں ان میں کچھ غلط تھا۔"

"نہیں لیکن"

"مطمئن رہئے جو کچھ بھی ہو رہا ہے آپ کی بہتری کے لئے ہے۔ جیسے ہی مجھے ان حالات کا علم ہوا تھا میں نے آپ کے تحفظ کا انتظام کر لیا تھا۔ جولیانا فٹز واٹر میری ہی بھیجی ہوئی تھی۔ وہ آپ کی شناسا کسی فرانسیسی خاتون کی بھانجی نہیں ہے۔"

"اوہ"

"وہ محض اسی لئے وہاں بھیجی گئی تھی کہ علامہ زہروں کا ماہر معلوم ہوتا ہے۔"

میاں توقیر سکتے کی سی حالت میں بیٹھے رہے۔

"علامہ کے خلاف کوئی واضح ثبوت ابھی تک نہیں مل سکا اسی لئے یہ قدم اٹھانا پڑا۔" عمران بولا۔

"تو یہ کہئے کہ آپ کسی سرکاری ادارے سے تعلق رکھتے ہیں!"

"یہی سمجھ لیجئے۔ یہاں آپ آرام سے رہیں گے۔ لیکن جب تک سارے معاملات صاف نہ ہو جائیں اس عمارت سے باہر قدم نہیں نکال سکیں گے۔ میں اپنے خصوصی اختیارات کی بنا پر آپ پر ایسی پابندیاں لگوا سکتا ہوں۔"

"میرا سر چکرا رہا ہے"

"آرام کیجئے... تھوڑی دیر بعد وزارت داخلہ کے توسط سے آپ کو مطمئن کر دیا جائے گا کہ آپ غلط ہاتھوں میں نہیں پڑے ہیں۔"

میاں توقیر کچھ نہ بولے۔ پھر عمران اس کمرے میں واپس آیا جہاں جولیا اس کی منتظر تھی۔

"شیلا کہاں ہے؟" اس نے عمران کو دیکھتے ہی پوچھا تھا۔

"ہو گی کہیں... تمہیں فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں۔"

جولیا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے اسے گھورتی رہی تھی۔ دفعتاً بپھر کر جھپٹ پڑی۔

"ارے... ارے... دماغ تو نہیں چل گیا!" عمران ایک طرف ہٹتا ہوا بولا۔ جولیا پھر جھپٹی تھی اس کی طرف!

"چیونگم...!" عمران چیونگم کا پیکٹ اس کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔

اس بار وہ حملہ آور نہیں ہوئی تھی۔ جھنجھلاہٹ اور شرمندگی کے ملے جلے تاثرات چہرے پر لئے کھڑی رہی... شاید سوچ رہی تھی کہ اس جھلاہٹ کی کیا ضرورت تھی۔

"کیا میں پوچھ سکتی ہوں کہ یہ کیس ہمارے محکمے سے کس طرح تعلق رکھتا ہے۔"

"کسی طرح بھی نہیں۔"

"تو پھر ہم لوگ کیوں استعمال کئے جا رہے ہیں۔"

"یہ اپنے چیف سے پوچھو کہ اس نے تم لوگوں کو میرے حوالے کیوں کر دیا ہے؟"

جولیا کچھ نہ بولی۔ لاجواب ہو گئی تھی۔ کیونکہ عمران بحیثیت عمران کیس اپنے طور پر چلانے کے اختیارات "ایکس ٹو" سے حاصل کرتا تھا۔

بات کچھ اور آگے بڑھتی لیکن اسی وقت انٹر کام سے بلیک زیرو کی آواز آئی تھی۔ "آپ کی کال ہے عمران صاحب!"

سیکرٹ سروس کے دوسرے ممبروں کی موجودگی میں وہ اس کو عمران صاحب کہہ کر مخاطب کرتا تھا اور وہ سب اسے رانا پیلس کے نگران کی حیثیت سے جانتے تھے۔ ان کے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ ایکس ٹو کی عدم موجودگی میں وہی ایکس ٹو کا رول ادا کرتا ہے۔'

عمران نے جولیا کی طرف دیکھا تھا اور دروازے کی جانب بڑھ گیا تھا۔

◆

ساجد ریسیور کان سے لگائے دوسری طرف سے ڈھمپ کی آواز سننے کا منتظر تھا کسی نے اسے ہولڈ آن کرنے کو کہا تھا۔

اس نے کنکھیوں سے شہزور کی طرف دیکھا اور ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ "ہولڈ آن کرنے کو کہا گیا ہے۔"

شہزور نے سر کو جنبش دی۔ لیکن اس کی طرف دیکھتا رہا۔

تھوڑی دیر بعد ساجد نے ڈھمپ کی آواز سنی۔

"میں ساجد بول رہا ہوں جناب۔ وہی جس کو آپ نے پچاس روپے چائے پینے کو دیے تھے۔"

"اوہ اچھا۔ سب خیریت۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"جی ہاں۔ آپ کا کام بن گیا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ اس وقت وہ کہاں ہے۔"

"کہاں ہے۔"

"یوں نہیں جناب۔ مبلغ پانچ سو جیب میں ڈالنے کے بعد ہی بتاؤں گا۔"

"تمباکو بھی اکٹھا کیا یا نہیں۔"

"اب تو پہلے بزنس ہوگا بقیہ باتیں بعد کی ہیں۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"کیوں۔ پہلے آپ کا کام ہو جائے۔ ہو سکتا ہے وہ اس سے پہلے ہی مداخلت کر بیٹھیں آپ کا کام نہ ہو سکے۔"

"تم تو ذہین بھی معلوم ہوتے ہو۔"

"بندہ پروری ہے آپ کی۔ ہاں تو پھر آپ کیا کہتے ہیں۔"

"تم نے معقول فیصلہ کیا ہے۔"

"میں رقم کی وصولیابی کی بات کر رہا تھا۔"

"ٹھیک کہہ رہے ہو۔ لیکن میں تمہیں رقم کہاں اور کیسے پہنچاؤں۔"

"آدھے گھنٹے بعد جم خانے کے گیٹ پر ملوں گا۔"

"اور اگر اتنی دیر میں وہ کہیں اور کھسک گیا تو؟"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کیونکہ اس نے ڈورا کرسٹی سے وعدہ کیا ہے کہ وہ اسی جگہ رات کے کسی حصے میں بھی اس سے مل سکتی ہے کیونکہ وہ پوری رات وہیں گزارے گا۔"

"تمہیں اس وعدے کا علم کیوں کر ہوا؟"

"میں نے اپنے کانوں سے سنا تھا۔ وہ ڈورا سے ملنے گیا تھا۔ واپسی پر ڈورا اسے سڑک تک چھوڑنے آئی تھی۔ اور گاڑی کے قریب ہی کھڑے ہو کر انہوں نے گفتگو کی تھی۔ میں ڈورا کی گاڑی کے پیچھے چھپا ہوا سب کچھ سن رہا تھا۔"

"ٹھیک بات ہے میں آدھے گھنٹے بعد جم خانے کے پھاٹک پر ملوں گا۔"

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو جانے کی آواز سن کر اس نے بھی ریسیور رکھ دیا تھا۔

"کیا رہی۔" شہزور نے نرم لہجے میں پوچھا۔

ساجد نے ڈھمپ کی گفتگو دہرا دی تھی۔ اور شہزور بولا تھا۔

"بہت خوب۔ اب تم روانہ ہو جاؤ اور جو کچھ بھی سمجھایا گیا ہے اسے اچھی طرح یاد رکھنا۔"

"یاد رکھوں گا جناب۔"

"یہ ایک ہزار رکھو۔ بقیہ چار ہزار کام ہو جانے پر۔"

ساجد نے نوٹ اس کے ہاتھوں سے جھپٹ لئے تھے اور انہیں بہت احتیاط سے کوٹ کی اندرونی جیب میں رکھتا ہوا بولا تھا۔ "شکریہ جناب کام آپ کی مرضی کے مطابق ہوگا۔"

پھر اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی گئی تھی اور دو آدمی اسے پکڑ کر وہاں سے لے چلے تھے۔ گاڑی پر بٹھایا تھا اور گاڑی کچھ دیر چلتی رہنے کے بعد رکی تھی۔ پھر اس کی آنکھوں پر سے پٹی ہٹا دی گئی اور ایک آدمی بولا۔ "یہیں اتر جاؤ دو فرلانگ پیدل چلنے کے بعد تم جم خانہ

گیٹ تک پہنچ جاؤ گے۔"

"بہت اچھا جناب" کہتا ہوا وہ گاڑی سے اتر گیا ... سے ... تھا کہ اسے ادھر جانا ہے ...
تھا اور گاڑی اسی طرف موڑ دی گئی تھی۔ جدھر سے آئی تھی۔

بار بار کوٹ کی اندرونی جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک ہزار کے نوٹوں کو ٹٹول رہا تھا۔ جب وہ
جیم خانے کے گیٹ پر آ پہنچا ... مقررہ وقت سے دس منٹ پہلے پہنچا تھا۔

پانچ سو اور ہتھیا لے۔ وہ سوچ رہا تھا۔ جب وہ دونوں کے درمیان لین دین ہو تو ...
فائدہ اٹھانا چاہئے۔ اور وہ پی ... تھی خواہ مخواہ گزار رہی تھیں... قیامت کے بعد سے
اب تمہیں تو میں اگلے سال ہی بتاؤں گا کہ بچی کو کہاں دیکھا تھا۔ سالی ہے ...
کہ ارے باپ رے۔"

"ارے باپ رے!" یہ آواز بلند نکلا تھا زبان سے اور ایک بار پھر اس کے ...
میں قلابازی کھائی تھی۔ اسی رات دوبارہ اس کی گردن پر قیامت ٹوٹی تھی اور ضرب بھی
شدید تھی کہ فوراً بے ہوش ہو گیا تھا۔

پھر ہوش آنے پر ڈھمپ کا ناہموار چہرہ نظر آیا۔ اس بار معاملات کو سمجھنے میں دیر نہیں
تھی فوراً گردن کی دوسری چوٹ یاد آ گئی تھی اور اس کے ذہن پر جھنجھلاہٹ کا حملہ ہوا ...
اٹھنے کی کوشش کرتا ہوا بڑبڑایا۔

"اس سالے کی ..." پھر کسی نے ہوش کھینچ لئے تھے۔

"ہاں.... ہاں... بات پوری کرو" ڈھمپ سر ہلا کر بولا۔ "اس سالے نے
تمہارے ساتھ یہی برتاؤ کیا تھا؟"

"جی... نہیں... کیا... ہائے میں کہاں ہوں... کیا خواب دیکھ رہا ہوں۔"

"بس بس ابھی تم یہ کہو گے کہ مجھے بھی نہیں پہچانتے ..."

"پہچانتا ہوں" ساجد نے کہا اور دفعتاً محسوس کیا کہ اس کے جسم پر کوٹ
ہے ... ایک ہزار کے نوٹ فوراً یاد آ گئے۔

"میرا کوٹ ... میرا کوٹ!" وہ مضطربانہ انداز میں چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔

"کوٹ کی جیب میں رکھی ہوئی رقم کھو گئی ہے؟" وہ ساجد کی آنکھوں میں دیکھتا ... مسکر

"مجھے سردی لگ رہی ہے کوٹ پہنوں گا۔"

"لیکن اگر تم نے سچی بات نہ بتائی تو ساری رقم کوٹ سمیت ضبط کر لی جائے گی۔"

"نہیں ... نہیں خدا کے لئے۔"

"تو پھر جلدی سے سچی بات بتا دو۔"

ساجد دھم سے لیٹ گیا اور دونوں ہاتھوں سے پیٹ پیٹنے لگا۔

"یہ کیا ہو رہا ہے!" ڈھمپ نے آنکھیں نکالیں۔

"سب اسی مردود کی بدولت۔ ہائے میں پیٹ کا ہلکا ہوں۔"

"تو کسی گینڈے سے نکلوا دوں گا اگر یہ بات ہے۔" ڈھمپ نے کہا۔

"میں نے میم صاحب کو آپ سے ملاقات کے بارے میں بتا دیا تھا۔"

"ہوں تو یہ بات ہے! میرا اندازہ غلط نہیں تھا ... میم صاحب نے اس بچی کو بتا دیا اور اس
نے اس طرح تمہیں اٹھوایا ہو گا۔"

"یہی بات ہے ... یہی بات ہے۔"

"میم صاحب کو کیوں بتایا تھا۔"

"کوئی بات ہی نہیں رکتی پیٹ میں۔"

"آپریشن کا کیس معلوم ہوتا ہے۔"

"کک.... کیا مطلب؟"

"پیٹ پھاڑ کر دیکھوں گا کہ ایسا کیوں ہوتا ہے۔"

"اور اگر میں سب کچھ سچ سچ بتا دوں تو؟"

"تمہاری جیب میں پورے دو ہزار ہوں گے.... اور تم چپ چاپ کسی دوسرے شہر میں
چلے جانا چند دنوں کے لئے۔"

"مجھے منظور ہے۔"

"تو پھر جلدی سے بتاؤ۔"

ساجد نے بچی کے ہاتھوں لٹنے کی کہانی دہراتے ہوئے کہا۔ "اب وہ ننھے جو اس نے مجھے رقم
نقد۔"

"ٹھیک ہے۔"

"میں ڈورا کرسٹی کے مکان کی نگرانی کر رہا تھا کہ اچانک ایک گاڑی رکی اور اس پر سے ہپی اترا اور مکان کے اندر چلا گیا۔ اُسے دیکھ کر میں ڈوڈونیا کی باڑھ کے پیچھے چھپ گیا۔ اور اس کی واپسی کا انتظار کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد وہ باہر نکلا۔ اور ڈورا کرسٹی ساتھ تھی۔ دونوں گاڑی کے قریب کھڑے ہوئے تھے۔ ہپی اُسے کہیں لے جانا چاہتا تھا۔ لیکن وہ برابر کہے جا رہی تھی جہاں بھی بتاؤ تین گھنٹے بعد پہنچ جاؤں گی۔ تین گھنٹے تک بے حد مصروف ہوں۔ تب ہپی نے کہا تھا کہ وہ رات بھر گرین ہلس کے ہٹ نمبر تین سو گیارہ میں رہے گا۔ جب بھی اسے وقت ملے وہاں پہنچ جائے۔"

"خوب!" ڈھمپ سر ہلا کر بولا۔ "یہ کام کتنے معاوضے پر کرتے؟"

"اگر تم اس کے ہاتھ آ جاتے ہو تو پورے پانچ ہزار۔ ایک ہزار پیشگی دیا ہے۔"

"بہت چھچھورے ہوتے جا رہے ہو!"

ساجد کچھ نہ بولا۔ پھر زور زور سے ہونٹ چبانے لگا تھا۔

"کوئی فائدہ نہیں۔ یہ ٹھیک نہیں ہو سکتا۔"

ساجد اٹھ بیٹھا اور بولا۔ "اب مجھے جانے دو۔"

"جب تک وہ ہاتھ نہ آ جائے یہ ناممکن ہے۔"

"ارے تو کیا اب میری نوکری بھی جائے گی۔"

"چھ ماہ بعد بھی جاؤ گے تو بھی نوکری برقرار رہے گی۔"

"یہ کیسے ممکن ہے؟"

"میرا ذمہ..... سلطانی تمہیں برخواست نہیں کر سکتا! اچھا بس اب چپ چاپ پڑے رہو... یہاں تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔"

اس کمرے سے نکل کر عمران نے ریڈی میڈ میک اپ اتارا تھا اور ٹھیک دوسرے کمرے کی طرف چل پڑا تھا... وہ اپنے کمرے میں موجود تھا۔

"کیا رہا...؟" عمران نے پوچھا۔

"ہمارا تعاقب نہیں کیا گیا۔ دور دور تک کسی کا پتا نہیں تھا۔"

"ٹھیک ہے۔"

عمران نے گھڑی دیکھی۔ ساڑھے بارہ بجے تھے۔ فون کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔ "پتا نہیں یہ ابھی گھر پر موجود بھی ہیں یا نہیں۔"

اس نے ظفر الملک کے نمبر ڈائل کیے تھے۔

"ہیلو۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"جاگ رہے ہو؟"

"جی ہاں! فرمائیے۔"

"جیمسن کہاں ہے...؟"

"وہ سو گیا۔"

"جگا کر فون پر بھیجو۔"

"بہت بہتر۔"

تھوڑی دیر بعد جیمسن کی بھرائی ہوئی سی آواز آئی تھی "یس یور ایکسیلنسی۔"

"پہلے پوری طرح بیدار ہو جاؤ۔"

"ہو گیا ہوں، آج کل رات کی نیند دوپہر کو آتی ہے۔"

"گرین ہلس کے ہٹ نمبر تین سو گیارہ کے بارے میں ایک بار تم نے مجھے کوئی خاص بات بتائی تھی جو اب یاد نہیں رہی۔"

"ہٹ نمبر تین سو گیارہ... جی ہاں! وہ چوہوں کا کلب ہے۔"

"تمہیں اور ظفر کو وہاں پہنچنا ہے! جتنی جلدی ممکن ہو اور اب ریسیور ظفر کو دے دو۔"

"جناب...!" ظفر کی آواز آئی تھی۔ اور عمران اسے ہٹ نمبر تین سو گیارہ سے متعلق ہدایت دیتا رہا پھر ریسیور رکھ کر بلیک زیرو کی طرف مڑا۔

"تم میرے ساتھ آؤ..." اس نے کہا تھا۔

* * *

جیمسن وغیرہ سے پہلے شاہد کی رہائش دریافت کر لی تھی اور مسٹر تصدق نے اس کی

شناخت بھی کی تھی۔

قریباً دس بجے شب کو پوسٹ مارٹم کی رپورٹ مل گئی جس کے مطابق موت واقع ہونے کے وقت کا تعین اسی دن دو بجے سہ پہر کیا گیا تھا اور موت کی وجہ زہر خورانی تھی۔

فیاض رپورٹ لے کر رحمان صاحب کے پاس پہنچا۔ وہ گھر ہی پر موجود تھے۔ رپورٹ پیش کر کے خاموش بیٹھا رہا۔

"کم از کم اس موت کا تعلق بیگم صدیق سے ہرگز نہیں ہو سکتا۔" رحمان صاحب رپورٹ دیکھ چکنے کے بعد بولے تھے۔ "کیونکہ انہیں کل ہی حراست میں لے لیا گیا تھا!"

تھوڑی دیر خاموش رہ کر انہوں نے کہا تھا "معدے میں جو غذا پائی گئی ہے وہ کسی [illegible] دسترخوان کی معلوم ہوتی ہے [illegible] لیکن وہ ڈش ہی بے ویرانے سے [illegible] خود [illegible] رہ لینا سمجھ میں نہیں آتا۔"

"نہیں صاحب! صاف ظاہر ہے کہ ڈش ویرانے میں پہنچائی گئی تھی۔" فیاض بولا۔

"شہزور کے بارے میں کیا معلومات حاصل کیں؟"

"وجود ہے اس کا [illegible] لیکن کوئی نہیں جانتا کہ وہ کہاں رہتا ہے۔"

"کیا اس کا کوئی آدمی ہاتھ لگا ہے؟"

"چار آدمی [illegible] اور وہ چاروں منشیات کی غیر قانونی تجارت میں ملوث ہیں۔"

"خوب!"

"اور جناب... یہ مجھے خاصا طاقتور اور سائنٹیفک طور پر منظم کیا ہوا گروہ لگتا ہے۔"

"یہ کس بنا پر کہہ رہے ہو؟"

"ان میں سے تین پہلے بھی کئی بار گرفتار ہو کر سزا پا چکے ہیں لیکن کسی شہزور کا نام ان کی زبانوں پر نہیں آیا تھا۔ اس بار خاصی کد و کاوش کے بعد ان سے اگلوایا جا سکا ہے۔ وہ بھی اس [illegible] کہ ہم کسی شہزور کے وجود سے آگاہ ہو چکے تھے۔"

رحمان صاحب نے پر تفکر انداز میں سر کو جنبش دی۔

"اور اس دریافت کا سہرا عمران کے سر ہے۔" فیاض بولا۔

"لیکن یہ دھماکے جو شہر کے مختلف حصوں میں ہوئے ہیں اگر انہیں شہزور سے منسوب

[illegible] تو کیا [illegible] دھماکوں [illegible] کا تعلق ثابت نہیں ہو سکتا!"

"ابتدا آپ ہی کی کوٹھی کے دھماکے سے ہوئی تھی!"

"ہوں تو پھر؟"

"عمران کے خیال کے مطابق اس کا مقصد یہی تھا کہ [illegible]"

"عمران کا نام مت لو.....!" رحمان صاحب ہاتھ اٹھا کر بولے۔ "اپنے نقطہ نظر سے حالات کا جائزہ لو۔"

"میں تو یہ کہتا ہوں کہ یہ دھماکے اسی لیے ہوتے رہے ہیں کہ ہماری توجہ کسی خاص سمت سے ان دھماکوں کی طرف مبذول ہو جائے!"

"[illegible] مت [illegible]" رحمان صاحب [illegible]

"تب پھر مجھے از سر نو غور کرنا پڑے گا۔" [illegible] جہاں چھوڑا [illegible]

[illegible] عمران [illegible] ایمان لے آیا تھا۔

"یہی بہتر ہوگا۔" رحمان صاحب نے [illegible] گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

"اب اجازت دیجیے۔" فیاض اٹھتا ہوا بولا۔

"شب بخیر!"

[illegible] عمران سے رابطہ قائم [illegible] جس قدر [illegible] کی [illegible] تھی [illegible] ہو سکتا۔

[illegible] بیٹھا رہا [illegible]

[illegible] گھر گئی ہوئی تھی [illegible] کی بے قاعدگیاں جاری رہتی تھیں۔

[illegible] کرسی پر ڈالا تھا اور جوتوں سمیت بستر پر گر گیا تھا۔ [illegible] پھر ذرا ہی سی دیر میں [illegible] ہو گئے تھے [illegible]

[illegible] کی [illegible] کو [illegible] تھا۔

[illegible] پیٹ تو کچھ ہیں [illegible] کھلی ہے۔ پھر کسی [illegible]

[illegible] چھت [illegible] اور [illegible] سوتی [illegible] تعجب [illegible]

[illegible] میں [illegible] "ہیلو..."

"کیا آسمان گر پڑا ہے سر پر۔؟" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"کک..... کون ہے..... ہلو... عمران، عمران..؟"

"پہلے پوری طرح ہوش میں آجاؤ۔؟"

"ٹھیک ہے... کیا بات ہے۔"

"یاسمین اور اس کی بہن کی اموات کا معمہ حل کرنا چاہتے ہو۔؟"

"کیوں نہیں۔ کیوں نہیں، املا کی لاش بھی مل گئی ہے۔؟"

"کہاں اور کب۔؟"

"آج شام قریباً چھ بجے... ہائی وے کے دسویں میل پر جھاڑیوں میں... ایک ٹر

ڈرائیور نے اطلاع دی تھی اور وہ بھی زہر ہی سے مری ہے۔؟"

"موت کے وقت کا تعین ہو سکا ہے یا ابھی نہیں۔؟"

"[illegible] بجے سہ پہر۔"

"اور بیگم تصدق کل حراست میں لی گئی تھیں۔؟"

"خواہ مخواہ... میں تو اس کے حق میں نہیں تھا..... لیکن ڈی جی صاحب۔؟"

"کوئی بات نہیں... ہاں تو اگر تم کریڈٹ لینا چاہتے ہو تو بستر چھوڑ دو۔؟"

"کوئی خاص بات!"

"خاص الخاص۔! کچھ سادہ پوش بھی ساتھ لے لینا۔ گرین ہلس کی طرف آؤ... [illegible]

گیارہ نمبر کے ہٹ پر نظر رکھنا۔ لیکن وہاں کی بھیڑ سے الگ رہ کر۔؟"

"وہاں کیا ہے؟"

"[illegible] سے چپ چاپ رہے ہیں [illegible] تھوڑی دیر میں اپنی [illegible]"

"بات سمجھ میں نہیں [illegible]"

"[illegible] سمجھ میں تو نہیں [illegible] ہیروئن کی چوری ہو جائے۔"

"[illegible] خود [illegible]"

"وقت ضائع نہ کرو... جو کچھ کہا گیا ہے اس پر عمل کرو۔؟"

"پوری بات معلوم کیے بغیر ہلوں گا بھی نہیں۔!"

"جہنم میں جاؤ۔!" کہہ کر سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔

باقی نے برا سا منہ بنا کر ریسیور کریڈل پر رکھ دیا تھا۔

* * *

ساحل کا یہ حصہ ریتیلا نہیں تھا۔ سنگلاخ چٹانوں کا سلسلہ دور تک پانی میں اترتا چلا گیا تھا۔ انہی چٹانوں کے درمیان وہ عمارت واقع تھی [illegible] جو چند [illegible] ترین [illegible] آبادی سے خاصے فاصلے پر تھی لیکن اس کا شمار آبادی میں ہوتا تھا اور شہر سے [illegible] عمارت بھی جاتی تھی۔ لیکن ہٹ نمبر تین سو گیارہ... خاصی بڑی عمارت تھی۔ بہت سے کمروں والی لیکن کہلاتی تھی "ہٹ" ہی۔!

اس کے گرد خاردار تاروں سے بہت بڑے رقبے کو اس طرح گھیر لیا گیا تھا کہ عمارت وسط میں تھی اور اس گھیرے میں سر شام بڑی بڑی مشعلیں روشن کر دی جاتی تھیں۔ اور یہیں [illegible] کھلے آسمان کے نیچے مشعلوں کی سرخ روشنی میں "نائٹ پارٹی" کے ساتھ غل غپاڑے مچتے تھے۔

عمارت کے اندر ایک بڑا سا ہال تھا جہاں رقص و موسیقی کی محفلیں جمتی تھیں اور یہ ڈائننگ [illegible] کی حیثیت بھی رکھتا تھا۔ اوپری منزل پر رہائشی کمرے تھے! جہاں کم حیثیت والے غیر ملکی قیام کرتے تھے۔ اور کم مایہ بھی۔ عورتیں انہی کمروں میں مقامی آدمیوں سے اپنے دوسرے [illegible] اخراجات وصول کرتی تھیں۔

بہر حال کاغذات پر یہ عمارت ایک اقامتی ہوٹل کی حیثیت رکھتی تھی۔

[illegible] ور خاں نامی ایک آدمی اس کا مالک تھا لیکن حقیقتاً یہ بھی شہزور ہی کی تجارتی تنظیم کی ایک شاخ تھی۔!

[illegible] ہوٹل اور ہٹ نمبر تین سو گیارہ کے درمیان پانچ فرلانگ کا فاصلہ تھا۔ کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتا تھا کہ دونوں کا تعلق کسی ایک ہی تنظیم سے ہوگا۔

سورج غروب ہوتے ہی ہٹ نمبر تین سو گیارہ کے خاردار تاروں والے احاطے میں جیپوں کی

بھیڑ نظر آ رہی تھی۔ اور عمارت کی روشن کھڑکیاں دور سے ایسی لگتیں جیسے اس شہر کے [illegible] پالیوں کو بڑی حقارت سے دیکھ رہی ہوں [illegible] کیونکہ وہ عمارت کے اندر کسی صورت میں قدم نہ رکھ سکتے تھے جب اس کی دو عورتیں مقامی گاہکوں کے لئے تیار ہوں۔

ضرورت مند یہ غیر ملکی عورتیں سامنے ہی میز پر بیٹھی مقامیوں کی تلاش میں [illegible] تھیں جو انہیں ڈائننگ ہال میں چلنے کی دعوت دے سکیں۔

ظفر اور جیمسن قریب ڈیڑھ بجے وہاں پہنچ سکے تھے اس وقت سفر سے [illegible] دو تین عورتیں ان کی طرف جھپٹی تھیں۔

"میں یہاں کبھی نہیں آیا!" ظفر الملک بولا۔

"میں ایسی جگہوں پر تنہا آتا ہوں یہاں بس [illegible]"

"اب انہیں سمجھاؤ۔"

"ایک آدھ کو تو ساتھ بٹھانا ہی پڑے گا [illegible] ورنہ ڈائننگ ہال میں داخل نہیں ہو سکتے۔"

"اور صاف ستھری۔" ظفر بولا۔

"صاف ستھری یہاں نہیں آتی [illegible] [illegible] کر ٹھہرے [illegible] تین چار عورتوں نے انہیں گھیر لیا تھا!

"نہیں ہم یہاں سیر کرنے آئے ہیں۔" جیمسن نے انہیں سامنے سے ہٹا کر آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"کس قسم کی سیر ڈارلنگ۔" ان میں سے ایک نے جیمسن کے چہرے کے قریب جھک کر پوچھا!

"ہر کھوپڑی میں کتنی جوئیں پائی جاتی ہیں۔"

وہ منہ سے گندی سی گالی دے کر پیچھے ہٹ گئی تھی۔

"یہاں کے مردوں کا بجٹ معلوم ہوتا ہے۔" دوسری نے کہا۔

"نہیں براہ راست آسمان سے آتا ہے۔" تیسری بولی۔

"جہنم میں جاؤ [illegible]" چوتھی نے کہا [illegible] اور راستہ صاف ہو گیا!

وہ آگے بڑھے اور پھر اچانک جیمسن رک گیا تھا اس کی نظر ایک دیسی سی لڑکی پر پڑی تھی۔

"یہ بات ہے۔" ظفر بولا۔

"ذرا اسے دیکھئے!"

"دیکھ رہا ہوں۔"

"کوئی خاص بات مارک کی آپ نے!"

"ہاں وہ ناکوں والی ہے۔" ظفر جھنجھلا کر بولا۔

"مذاق نہیں! غور سے دیکھئے [illegible] آپ نے اسامہ کے اس لڑکی کی تصویر دیکھی ہوگی۔ کیا [illegible] کا [illegible] پاسکیں [illegible] وہ بوڑھی [illegible] کی حالیہ [illegible] شیشی میں رہی تھی میاں شامل [illegible] تھیں کسی کی تھیں!"

"ٹھیک کہتے ہو [illegible] ہو بہو [illegible] وہی لگتی ہے۔"

"اور تنہا بھی ہے [illegible] اوہ [illegible] اب ہمیں دیکھ رہی ہے۔ ارے وہ تو ادھر ہی آ رہی ہے۔"

"یا ادھر چلنے کا ارادہ ہے۔" اس نے قریب پہنچ کر انہیں [illegible] میں مخاطب کیا تھا!

"ضرور [illegible] ضرور۔" جیمسن تھوک نگل کر بولا۔

"تو آؤ پھر!" اس نے جیمسن کی بازو میں ہاتھ ڈال دیا تھا! ظفر نے شانوں کو جنبش دی اور ان کے پیچھے چلنے لگا۔

ہال میں زیادہ تر میزیں گھری ہوئی تھیں اور ایک نیم عریاں غیر ملکی عورت ان کے درمیان ناچ رہی تھی۔ مائیکروفون سے طربیہ موسیقی نشر ہو رہی تھی۔

انہوں نے ایک میز سنبھالی۔ لڑکی بیٹھتے ہی بولی۔ "میرے لئے تو تیری کی مشروب [illegible] اور [illegible] کسی کے [illegible] سے بھی شغل کرو گے تو مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا!"

"کوئی دخانی نشہ نہیں کروگی۔" جیمسن نے پوچھا۔

"دخانی کیا ہوتا ہے؟"

"مطلب یہ کہ دھوئیں والا [illegible] یعنی کہ چرس وغیرہ [illegible]"

"میں چرس نہیں پیتی۔"

"تو پھر یہاں آنے کی کیا ضرورت تھی [illegible] گھر ہی پر پیتی رہتیں۔"

"تم سے مشورہ نہیں مانگا تھا کیا یہاں کچی شراب نہیں ملتی؟"

"ٹھیک ہے... لیکن شاید شیری نہ مل سکے۔"

"تم پوچھ کر تو دیکھو!"

"پوچھ لوں گا۔ میرا نام جیمسن ہے اور یہ میرے باس ہز رائل ہائی نس پرنس ظفر الملک بہادر!"

"بہادر ہوں یا نہیں ہوں لیکن رائل ضرور ہیں!" لڑکی نے کہا۔

"تم نے اپنا نام نہیں بتایا؟"

"یاسمین!"

جیمسن نے طویل سانس لی تھی اور ظفر پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

"تک... کیا نام..." جیمسن ہکلایا۔

"یاسمین... ہجے کر کے بتاؤں!"

"نہیں یہ بھی کافی ہے!"

"میں نے کہا تھا شیری منگواؤ!"

"یہاں ویٹر کو آواز دینے کا رواج نہیں ہے۔ خود ہی آئے گا!"

"کیا یہ تمہارا پرسنل [illegible] ہے؟"

"ایسی کوئی بات نہیں!" ظفر بولا۔

ایک ویٹر تیزی سے ان کی طرف آیا تھا۔

"یہ میز مخصوص ہے جناب!" اس نے بڑے ادب سے کہا۔

"یہاں کوئی ریزرویشن کارڈ موجود نہیں ہے۔" جیمسن غصیلی آواز میں بولا۔

"کہیں گر پڑا ہو گا جناب!"

"تو پھر ہم کہاں بیٹھیں؟"

"میرے ساتھ تشریف لائیے!"

وہ اٹھ گئے تھے اور ویٹر انہیں کاؤنٹر کے قریب والی ایک میز تک لایا تھا۔

"یہاں تشریف رکھئے!" اس نے بڑے ادب سے کہا۔

"شیری ملے گی؟"

"ضرور جناب!"

"ایک بوتل... ایک گلاس!"

"پوری بوتل کی قیمت آپ کو کاؤنٹر پر ادا کرنی پڑے گی۔"

"یہ! کیا مصیبت ہے۔" جیمسن جھنجھلا کر بولا۔ "پھر بات خراب ہے؟"

"کھانے کو کیا دوں جناب؟"

"جھینگے اور روسی سلاد!"

ویٹر چلا گیا تھا۔ جیمسن نے کاؤنٹر سے شیری کی بوتل خریدی اور میز پر واپس آ گیا!

"شیری تم شہر ہی میں کہیں خرید کر پی سکتی تھیں۔ اس ویرانے میں کیوں دوڑی آئیں!" اس نے لڑکی سے کہا۔

ظفر الملک اس میں ذرہ برابر بھی دلچسپی نہیں لے رہا تھا۔ اگر عمران کی طرف سے حکم نہ ہوتا تو شاید ادھر آنکھ اٹھا کر دیکھنا بھی گوارہ نہ کرتا۔

"میں ویرانوں ہی میں رہتی ہوں!" لڑکی کہہ رہی تھی۔ "کیونکہ میں ایک روح ہوں!"

جیمسن کا منہ حیرت سے کھل گیا اور ظفر نے پھر لڑکی کو بہت غور سے دیکھا تھا۔

اسی وقت ویٹر واپس آ گیا۔ لیکن خالی ہاتھ تھا!

"سی فوڈ کھلی چھت پر سرو کیا جاتا ہے۔ اس لئے آپ کو اوپر چلنا پڑے گا!" اس نے اطلاع دی۔

"تو پھر سر کے بل کھڑے ہو کر کھایا جاتا ہے۔" ظفر جھنجھلا کر بولا!

"چلو ایک گلاس لاؤ جلدی سے... اور ہم دونوں کے لئے کافی لاؤ!"

"بہت بہتر جناب!"

"تو کھلی چھت پر کون سی قیامت آ جائے گی! چلو نا۔" لڑکی بولی!

"تم ٹھہریں روح... اوپری ہوا پر پرواز کر جاؤ گی۔ لیکن ہمیں نیچے آنے کے لئے سیڑھیاں ہی طے کرنی پڑیں گی!" ظفر نے خشک لہجے میں کہا۔

"یا تو بولو گے نہیں یا پھاڑ کھاؤ گے!" لڑکی شکایت آمیز لہجے میں بولی!

"تم یاسمین کی ہم شکل ضرور ہو۔ لیکن روح والا منتر ہمارے ساتھ نہیں چل سکے گا!" ظفر نے کہا۔

"وہ تو میں دیکھ رہی ہوں کہ تم دونوں پر ذرہ برابر بھی اثر نہیں ہوا!"

"میں تکبیر عاشقاں کا عامل ہوں!" جیمسن بائیں آنکھ دبا کر مسکرایا۔ ظفر اس [illegible] کی بنا پر خود بھی شیر ہونے کی تگ و دو میں لگا ہوا تھا۔

"جناب عالی!" ویٹر پھر خالی ہاتھ واپس آکر بولا۔ "اوپر ہی تشریف لے چلیے مجھے معلوم نہیں تھا یہ میز بھی مخصوص ہے!"

"اس کا ریزرویشن کارڈ کہاں گیا؟"

"میں معافی چاہتا ہوں جناب! دراصل آج ہی یہاں آیا ہوں! ریزرویشن کا معاملہ [illegible] ہے! کوئی کارڈ وارڈ نہیں ہوتا!"

"گویا یہ ایک جدید ترین کباڑ خانہ ہے!" ظفر نے کہا۔

"خدا ہی جانے جناب! میں خود حیران ہوں!"

"ہم اوپر ہی چلیں گے!" دفعتاً لڑکی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"کیا مضائقہ ہے!" جیمسن بھی اٹھ گیا۔

"تم دونوں شوق سے جاؤ ... میں یہیں بیٹھوں گا!"

"چلو!" لڑکی جیمسن کا بازو تھپک کر بولی۔ "تمہارا پرفیوم تو بدبو لگتا ہے۔ تم اس سے [illegible] خوبصورت ہو!"

جیمسن نے ظفر کی طرف دیکھ کر دانت نکال دیے تھے اور لڑکی کے ساتھ زینوں کی طرف بڑھ گیا تھا!

"گلاس تو لے لو کاؤنٹر سے۔" جیمسن نے ویٹر سے کہا۔

"اوپر ہی سب کچھ موجود ہے جناب!"

"چلو بھئی!" وہ طویل سانس لے کر بولا۔

زینے طے کر کے وہ کھلی چھت پر پہنچے تھے۔ یہاں صرف ایک پیٹرومیکس روشن تھا اور صرف ایک بڑی سی میز پڑی ہوئی تھی جس کے گرد دس بارہ کرسیاں رکھی ہوئی تھیں۔

"تشریف رکھیے ... میں گلاس اور مطلوبہ چیزیں ابھی حاضر کرتا ہوں!" ویٹر نے کہا اور زینوں کی طرف پلٹ گیا۔

"ہمارے علاوہ اور کوئی بھی نہیں ہے یہاں!" جیمسن چاروں طرف نظر دوڑاتا ہوا آہستہ سے بولا تھا۔

پھر لڑکی کے کچھ کہنے سے قبل ہی تین آدمی وہاں پہنچ گئے تھے جن میں سے ایک دیو ہیکل ہی تھا! خود جیمسن اس کے آگے بچہ بچہ جیسا ہی لگ رہا تھا۔

وہ ان کے مقابل ہی بیٹھ گئے۔ ابھی اس لڑکی کو خونخوار آنکھوں سے گھورے جا رہا تھا۔

"کیا تم دونوں یہ سمجھتے ہو کہ یہاں سے زندہ واپس جا سکو گے!" دفعتاً وہ غرایا تھا!

"اس سے پہلے ہم جھینگے اور روسی سلاد کھائیں گے!" جیمسن جی کڑا کر کے بولا۔ بات اب پوری طرح اس کی سمجھ میں آئی تھی۔

"تم کون ہو؟" وہ لڑکی کی طرف انگلی اٹھا کر بولا۔

"میرا نام شیلا ہے۔ اور میں آج کل ایک جن کے قبضے میں ہوں!"

"آہا .... تم شیلا ہو .... ہاں آواز شیلا ہی کی ہے!"

شیلا نے بوتل کھولی تھی اور دو گھونٹ لیے تھے۔ شہزور نے جیمسن کی طرف دیکھ کر پوچھا۔ "یہ کون ہے؟"

"میں نہیں جانتی! یہ دونوں یہیں ملے تھے اور میرے لیے شیری خریدی تھی!"

"دوسرا کون ہے؟"

"وہ نیچے بیٹھا ہوا ہے! اسے چڑھا ہے اوپر نہیں آیا!"

"وہ کہاں ہے جس کے قبضے میں ہو آجکل ....؟"

"میں نہیں جانتی ... مجھے یہاں پہنچنے کو کہا تھا!"

"اس میک اپ میں ...؟"

"ہاں اس نے مجھے میری ایک مرحوم دوست کی شکل میں تبدیل کر دیا ہے ... ! مجبور کرتا ہے کہ میں اس کے بھوت کا رول ادا کروں!"

"اس کے ہاتھ کیسے لگیں؟"

"میری گاڑی کا ٹائر فلیٹ ہو گیا تھا ... نیشنل ہائی وے پر .... شام ہو رہی تھی ... وہ اور اس کے آدمی زبردستی مجھے اٹھا لے گئے!"

"پیٹر کہاں ہے؟"

"میں نہیں جانتی۔ لیکن تم کون ہو؟"

"تم صرف میری باتوں کا جواب دو۔ اُس آدمی کا حلیہ بتاؤ!"

"کیا بتاؤں... وہ دیکھنے ہی سے بیوقوف لگتا ہے... لیکن خطرناک آدمی...!"

جمیسن کے کان کھڑے ہوئے تھے لیکن وہ خاموش بیٹھا رہا۔ معاملہ پوری طرح سمجھ میں آ گیا تھا۔

"پیٹر کو تم نے کب سے نہیں دیکھا؟"

"اُس کے پکڑے جانے سے پہلے ہی دیکھا تھا! لیکن تم کیوں پوچھ رہے ہو۔ تمہیں اِن معاملات سے کیا سروکار؟"

وہ اس کی بات کا جواب دیئے بغیر جمیسن کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولا "یہ کون ہے؟"

"تم کون ہو؟" جمیسن اس سے سوال کر بیٹھا۔

"جواب دو؟"

"بیوقوفی کی باتیں مت کرو۔ ویٹر کو بلاؤ اگر اس ہوٹل کی انتظامیہ سے تمہارا کوئی تعلق ہے۔"

"جو کچھ پوچھا جائے اُس کا جواب دو۔" شہزور کے ساتھیوں میں سے ایک غرایا۔

"ارے تم کوئی تھانے دار ہو۔ اگر یہ بکواس کرو گے تو جبڑے ہلا دوں گا۔"

"ارے نہیں پہلوان! ایسا غضب بھی نہ کرنا!" شہزور ہنس کر بولا۔

اور اس کے مقابلے میں اپنے جثے کو مد نظر رکھتے ہوئے جمیسن کو خاصی شرمندگی محسوس ہوئی لیکن وہ بڑی صفائی سے بولا۔ "جبڑے ہلا دینے کا یہ مطلب نہیں تھا کہ تم میں سے کسی کو کشتی کے لئے للکاروں گا۔"

دفعتاً شہزور ہاتھ اٹھا کر دھاڑا "چلے جاؤ... تم یہاں کسی دیسی کے ساتھ رات نہیں گزار سکو گے۔ کوئی غیر ملکی تلاش کرو۔"

"لیکن اس لڑکی کا کیا ہو گا!"

"میں کہتا ہوں دفع ہو جاؤ!"

"یہ میرے ساتھ اوپر آئی تھی اور میرے ہی ساتھ واپس جائے گی۔"

شیلا اس کی گفتگو سے بے پروا ہو کر بوتل سے گھونٹ لئے جا رہی تھی۔ ذرہ برابر بھی متاثر یا مرعوب نہیں لگتی تھی۔

شہزور نے اپنے دونوں ساتھیوں سے کہا "اسے اٹھا کر نیچے پھینک دو!"

"نہیں آپ حضرات تشریف رکھیں... میں اتنا بد اخلاق نہیں ہوں کہ آپ حضرات کو تکلیف اٹھانے دوں۔ لیجئے رخصت ہو جاتا ہوں۔"

"ہاں ہاں تم جاؤ۔" شیلا ہاتھ ہلا کر بولی "خوامخواہ کوئی غیر متعلق آدمی ان معاملات میں کیوں الجھے۔"

"ارے کہیں یہ بھی اس کے ساتھیوں میں سے نہ ہو۔" شہزور کا ایک ساتھی بولا۔

"جانے دو... چلو تم کھڑے منہ کیا دیکھ رہے ہو!"

"آپ کا منہ بے حد خوبصورت ہے جناب۔"

"جاتا ہے یا جماؤں ایک ہاتھ...!" شہزور اٹھتا ہوا بولا۔

"تھینکیو ڈیئر"

شیلا اس طرح ہنس رہی تھی جیسے بیٹھے بیٹھے دہن پر قبضہ جمانا شروع کر دیا ہو۔ جمیسن پُر تشویش نظروں سے اس کی طرف دیکھتا ہوا پیچھے ہٹ رہا تھا۔

شہزور کے دونوں ساتھی اٹھے اور جمیسن کو باہر نکال کر دروازہ بند کر دیا۔ لیکن ابھی دروازے کے قریب ہی تھے کہ شہزور نے انہیں بھی چلے جانے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "جاؤ باہر نظر رکھو۔"

ان کے چلے جانے پر وہ شیلا کو گھورتا ہوا بولا تھا۔ "کیا اُس کے آدمی تمہاری نگرانی نہ کر رہے ہیں۔"

"میں نہیں جانتی۔"

"تم جانتی ہو کہ وہ اس وقت کہاں ہو گا؟"

"جہنم میں جائے۔ اتنے دنوں کے بعد شراب ملی ہے مجھے جس سے پی رہی ہوں۔ میں نہیں جانتی۔ تم کون ہو۔"

"اچھی بات ہے پی لو... میں انتظار کروں گا۔"

وہ بوتل سے ایک گھونٹ لے کر بولی "میں تنگ آگئی ہوں اپنی زندگی سے وہ کہتا ہے... مگر تمہیں پولیس سے بچانے، رکھنے کے لئے یہ سب کچھ کر رہا ہوں اور اس وقت تک کرتا رہوں گا جب تک کہ یاسمین کا اصل قاتل نہ ہاتھ آجائے۔"

"وہ تمہیں اس روپ میں فرحانہ جاوید کے بنگلے میں بھی لے گیا تھا؟"

"ہاں... یہ درست ہے!"

"وجہ بتائی ہوگی؟"

"نہیں... میں اتنی بور ہو گئی ہوں کہ اب اس سے کچھ نہیں پوچھتی!"

"یہاں پہلے بھی کبھی لایا ہے؟"

"نہیں... آج ہی آئی ہوں... بور ہو رہی تھی کہ یہ دونوں مل گئے۔ دوسروں سے زیادہ صاف ستھرے نظر آئے تھے اس لئے ان کے ساتھ ہوں!"

"اس نے تمہیں موت کے منہ میں بھیجا ہے۔ آج وہ اور اسکا کوئی ساتھی زندہ نہیں بچے گا۔"

"کک... کیا مطلب؟" دفعتاً شیلا بہت زیادہ خوف زدہ نظر آنے لگی۔

"میں غلط نہیں کہہ رہا!" وہ اس کی نظروں میں دیکھتا ہوا بولا۔ "میرے آدمی پوری طرح تیار ہیں۔ خطرے کی حد تک سے نپٹ لیں گے۔"

"اوہ... تو کیا خون خرابہ ہوگا!"

"بہت زیادہ!"

"خدا کے لئے مجھے کسی محفوظ مقام پر پہنچا دو... اب میں تمہیں بالکل سچی بات بتانے جا رہی ہوں!"

"جلدی کرو... وقت کم ہے!" وہ گھڑی دیکھتا ہوا بولا۔ "اگر تم نے سچی بات بتا دی تو وعدہ کرتا ہوں کہ تمہاری حفاظت کی جائے گی!"

"وہ یہاں کہیں آس پاس ہی موجود ہے۔ اس نے مجھے تمہارا حلیہ بتا کر کہا تھا کہ اگر تم یہاں موجود ہو تو میں تم سے مل بیٹھنے کی کوشش کروں اور پھر تمہیں تنہا اس مقام پر لے جاؤں جہاں چٹانوں کے دو شاخے کے درمیان لہریں جھاگ اڑاتی ہیں!"

"تم نے دیکھا!" شہزور چہک کر بولا "وہ یہاں قدم رکھنے کی جرأت نہیں کر سکتا!"

"لیکن آج کچھ نہ کچھ ہو کر رہے گا!" شیلا کپکپاتی ہوئی آواز میں بولی۔

"کس کو پرواہ ہے!" اس نے شانوں کو جنبش دے کر کہا "ہم بھی دیکھے لیتا ہوں۔"

"مگر میں نہیں جانتی تھی... میں نے اسی لئے تمہیں بتا دیا ہے کہ تم کو اس کے مشورے پر عمل نہ کرنا چاہئے!"

"وہ کچھ کہنے ہی والا تھا کہ تین چار آدمی دھڑ دھڑاتے ہوئے چھت پر پہنچ آئے۔ آدمیوں کے چلے جانے پر شہزور نے دروازہ بولٹ نہیں کیا تھا۔

"خبردار... کوئی اپنی جگہ سے جنبش بھی نہ کرے!"

"پولیس...!" کیپٹن فیاض نے ریوالور کا رخ اس کی طرف کرتے ہوئے کہا۔

"لیکن کس خوشی میں!"

"تم شہزور ہو!"

"یہ کیا چیز ہے!"

"تمہارا نام شہزور ہے!"

"خوب... اب یہ پولیس والوں کے نام بھی بدلنے لگی ہے!"

ٹھیک اسی وقت فیاض کی نظر شیلا پر پڑی تھی اور وہ چونک پڑا تھا۔ اسکا منہ حیرت سے کھلا اور بند ہو گیا۔

"یہ کون ہے؟" اس نے غیر ارادی طور پر سوال کیا۔

"میری بیوی ہے... اوہ... بدمعاش معلوم ہوتے ہو تم... ابھی حرج سمجھتا ہوں... شاید تم نے کسی [illegible] کا نام کہیں سنا جو زندگی سے بیزار ہو کر جوگی بن گیا ہے... [illegible] نکالو اپنا شناخت نامہ اگر پولیس سے تمہارا تعلق ہے!"

اتنے میں کچھ اور لوگ بھی وہاں پہنچ گئے... ان میں ظفر اور جیمسن بھی شامل تھے۔

"ارے لیکن تم لوگ..." شہزور بلند آواز میں بولا۔ "یہ بدمعاش خود کو پولیس والا ظاہر کر کے مجھے لوٹنا چاہتا ہے... لیکن ریوالور نقلی ہی معلوم ہوتا ہے!"

"نہیں جناب عالی!" اچانک جیمسن نے کہا "یہ محکمہ سراغرسانی کے سپرنٹنڈنٹ کیپٹن

فیاض ہیں اور یہ قطعی غلط نہیں ہے۔"

"اوہ خبیث... تم پھر آ گئے!"

شیلا میز کے پاس سے ہٹ کر دیوار سے جا لگی تھی اور اب آہستہ آہستہ کھسکتی ہوئی دروازے کی طرف جا رہی تھی۔

"تو تم شہزور نہیں ہو؟" فیاض نے سخت لہجے میں پوچھا۔

"معنوی اعتبار سے کہہ سکتے ہیں۔ لیکن میرا نام نہیں ہے! ہوٹل کا مالک دلاور خان میرے بیان کی تائید کرے گا کہ میں کرنل درانی ہوں۔"

"آپ درست فرما رہے ہیں کرنل صاحب۔" دروازے کے قریب سے آواز آئی۔

"آگے جا کر بات کرو۔" فیاض کے ساتھیوں میں سے ایک نے اس کا بازو پکڑتے ہوئے کہا تھا اور وہ فیاض کے قریب پہنچ کر بولا۔ "میں دلاور ہوں اس ہوٹل کا مالک۔ اگر آپ کا تعلق پولیس سے ہے تو آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ یہ کرنل درانی ہیں۔"

"اور اب میں ازالہ حیثیت عرفی کا دعویٰ کروں گا۔"

"وہ لڑکی کہاں گئی؟" فیاض چونک کر چاروں طرف دیکھنے لگا، اور شاید شہزور کو بھی پہلی بار احساس ہوا تھا کہ وہ کھسک گئی ہے۔

"ہٹ جاؤ بدبخت!" وہ دھاڑتا ہوا آگے بڑھا۔ "تم نے میری بچی کو خوفزدہ کر دیا ہے!"

مجمع کائی کی طرح پھٹا تھا اور جیمسن کھڑے کھڑے ہی کرتا رہ گیا تھا اور شاید فیاض نے ہی دل میں عمران کو کوئی گندی سی گالی دی تھی۔

"ارے جناب کپتان صاحب وہ نکل گیا!" ظفر الملک بولا تھا۔

فیاض ان دونوں کو جانتا تھا۔ بارہا عمران کے ساتھ دیکھ چکا تھا۔

"پتا نہیں کیا چکر ہے۔" فیاض بولا۔ "میں نے تم دونوں کی گفتگو سن کر ادھر کا رخ کیا تھا۔ تم نے ذکر کیا تھا کسی بیگم شمیم بیگ کا۔"

"آپ کہاں تھے؟" ظفر نے پوچھا۔

"تمہارے قریب ہی... وہ اس کی بیٹی تھی!"

"کمال کر دیا وہ تو اسے ڈھونڈ رہا تھا۔" جیمسن بولا۔ "بیٹی ویٹی نہیں تھی۔ ہمارے ساتھ تھی۔"

"خدا غارت کرے۔" فیاض دروازے کی طرف جھپٹا۔

وہ نیچے پہنچے جہاں شہزور اور اس کے دونوں ساتھیوں کا سامنا تھا۔

"جناب کپتان صاحب! اس لڑکی نے اسے اپنا ماموں بتایا تھا اور ہم سے کہہ رہی تھی کہ میں یاسمین کی روح ہوں۔"

"اوہ... وہ عمران کا بچہ۔" فیاض مٹھیاں بھینچ کر بولا۔

"انہوں نے یہ کیا ہے جناب؟" جیمسن نے پوچھا۔

"تم لوگ یہاں کیوں آئے تھے؟"

"ہم روزانہ ہی آتے ہیں، ہمارے ہی قبیلے کے لوگ یہاں پائے جاتے ہیں۔"

"عمران نے نہیں بھیجا تھا؟"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔" ظفر الملک نے کہا۔

"چلیے باہر دیکھیں۔" جیمسن نے کہا اور فیاض کچھ کہے بغیر اپنے آدمیوں کے ساتھ دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

"ٹھہرو۔" ظفر جیمسن کا بازو پکڑ کر آہستہ سے بولا تھا۔ "آپ کون ہوتے ہیں تلاش کرنے والے۔ ہم سے صرف یہاں پہنچنے کو کہا گیا تھا۔ ہو سکتا ہے اب وہ دور نکل چکے ہوں۔"

"مجھے یقین ہے کہ جو کچھ بھی ہونے والا تھا... کیپٹن فیاض کی مداخلت کی وجہ سے نہیں ہو سکا۔" جیمسن نے پرتفکر لہجے میں کہا۔ "یعنی کھیل بگڑ گیا!"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔"

دفعتاً دلاور ان کے قریب آ کھڑا ہوا تھا۔ جیمسن نے اسے تیکھی نظروں سے دیکھا۔ یہ وہی تھا جس نے شہزور کے کرنل درانی ہونے کی تصدیق کی تھی یعنی ہوٹل کا مالک دلاور خان۔

"تم لوگوں نے کرنل کی بیٹی کو چھیڑ کر اچھا نہیں کیا!" اس نے کہا۔

"ارے بھائی... وہ خود ہی ہمارے پاس آئی تھی۔ شراب کی فرمائش کی تھی اور تمہارے بیرے نے ہمیں اوپر پہنچا دیا تھا۔"

"اوپر... کیوں؟" دلاور کے لہجے میں حیرت تھی۔

"اس نے کہا تھا کہ کھانے اور شراب کی سروس کھلی چھت پر ہوتی ہے۔"

"کیا تم نشے میں ہو [illegible] یہاں ایسی کوئی بات نہیں ہوتی [illegible] ساری سروس [illegible] میں ہوتی ہیں [illegible] ذرا بتاؤ تو [illegible] وہ آدمی کون تھا؟"

"تم بارٹنڈر سے تصدیق کر سکتے ہو کہ ویٹر ہی کے کہنے پر میں نے شیری کی بوتل [illegible] کاؤنٹر پر رکھوائی تھی۔ اس نے کہا تھا کہ پوری بوتل اسی طرح مل سکتی ہے۔"

"[illegible] بھی کوئی طریقہ یہاں رائج نہیں ہے۔"

"تو پھر اب وہ ویٹر بھی یہاں نہیں مل سکے گا۔" ظفرالملک نے مایوسی سے [illegible]

اور یہی ہوا بھی [illegible] دیر سے پہلے آفس میں ملازموں کی شناخت پریڈ [illegible] تھی [illegible] ویٹر ان میں نہیں تھا۔

* * *

شیلا بڑی پھرتی سے [illegible] طے کرنے لگی [illegible] عمارت میں داخل ہونے سے پہلے ہی [illegible] طرح اسکارف سر پر ڈال کر گردن سے باندھا تھا کہ چہرے کا بیشتر حصہ چھپ گیا تھا۔ [illegible] گزر کر باہر نکل چلی گئی۔

خاردار تاروں کے حلقے سے بھی نکل آئی تھی۔ اور اب اسی طرف بڑھ رہی تھی جہاں چٹانوں کے درمیان گاڑی کھڑی کی تھی۔

سب کچھ عمران کی اسکیم کے مطابق ہوا تھا لیکن وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ [illegible] اس قسم کا کوئی ہنگامہ کھڑا ہو گا۔

وہ تو شہزور کو بیدار کر رہی تھی۔ گھر میں اس سے جو کچھ کہا تھا چابی پر بھی [illegible] بعد وہ کچھ طور پر باہر نکل [illegible] ساحل کے اس حصے کی طرف بڑھ جانا [illegible]

اسے یاد آیا کہ پولیس والا اسے دیکھ کر چونکا بھی تھا۔ لیکن عمران نے تو قطعی [illegible] وہاں پولیس بھی ہو گی۔

گاڑی کے قریب پہنچی ہی تھی کہ کسی نے اس کا بازو پکڑ لیا۔ وہ اچھل پڑی [illegible] کے باوجود بھی اس نے اپنے قریب کھڑے ہونے والے شخص کو پہچان لیا۔ شہزور [illegible]

[illegible] نہیں ہو سکتا تھا۔

"[illegible] میں شیلا مسائی۔"

"ڈرو نہیں میں دشمن نہیں ہوں [illegible] تمہیں پہچان چکا ہوں۔" شہزور نرم لہجے میں بولا۔

"جی کہیے [illegible] کیا بات ہے؟"

"کیا اس سے پولیس کی مدد [illegible] ہے [illegible]"

"یقین کیجیے کہ اس سے زیادہ مجھے اور کچھ نہیں معلوم جتنا آپ کو بتا چکی ہوں۔"

"تو اس وقت تم اس کے قبضے میں نہیں ہو۔ جدھر چاہو نکل جاؤ۔"

"لیکن میں پولیس کے ڈر سے ایسا نہیں کر سکتی۔"

"پولیس والا تمہیں یاسمین کی شکل میں دیکھ کر چونک پڑا تھا؟"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ پولیس یاسمین کی موت کی ذمہ داری مجھ پر کیوں ڈال رہی ہے۔"

"اب تم میرے ساتھ چلو......"

"آپ کہاں لے جائیں گے۔"

"کسی محفوظ جگہ پر [illegible]"

اچانک قریب ہی کہیں کسی کتے کی خوفناک غراہٹ سنائی دی۔ اور شہزور اچھل کر گاڑی کی [illegible] میں ہو گیا۔

[illegible] کتا کسی پر جھپٹ پڑا تھا۔ اور اب وہ سچ مچ تھر تھر کانپنے لگی تھی۔

دفعتاً اس نے شہزور کی آواز سنی [illegible] "ارے بچی [illegible] ٹھیک ہم [illegible]"

لیکن وہ کسی عورت کی چیخ تھی۔ شیلا نے بوکھلا کر گاڑی میں گھسنے کی کوشش کی اور ٹھیک اسی [illegible] وہ کتا نہ جانے کدھر سے اچھل کر اس کے پیروں کے پاس آ پڑا تھا۔ اتنا اندھیرا بھی نہیں تھا [illegible] قریب کی چیزیں نہ دکھائی دیتیں [illegible] کتے کے حلق سے عجیب سی آوازیں نکل رہی تھیں [illegible] دم توڑ رہا تھا۔

"ارے بچی [illegible] ارے بچی" دوسری طرف سے شہزور کی آواز آئی۔

"ارے بچی آپ کا کتا ہے [illegible] تو یہ مر چکا ہے۔"

"نہیں [illegible]" اس کے حلق سے دہاڑ سی نکلی تھی اور وہ گاڑی کے اوپر سے چھلانگ لگا کر ادھر

آیا تھا جدھر شیلا تھی۔

"کک.... کیسے مر گیا....؟" وہ مردہ کتے کے قریب گھٹنے ٹیک کر اس پر جھکا بولا۔ "تھو.... ٹریجی.... ٹریجی....؟"

اس کی آواز بھرا گئی تھی.... پھر وہ سیدھا کھڑا ہو کر بولا "مگر وہ کسی عورت کی چیخ تھی کیسے مر گیا؟"

"وہ بھوت ہے۔ کوئی مافوق الفطرت ہستی۔؟" شیلا کپکپاتی ہوئی آواز میں بولی۔

"کس کی بات کر رہی ہو۔؟"

"اسی کی جس کے قبضے میں ہوں....؟"

"میں کہتا ہوں وہ کسی عورت کی چیخ تھی۔؟"

ہو سکتا ہے آپ کا کتا عورت کی طرح چیخا ہو.... اور کتے کی طرح وہ خود بھونکتا رہا ہو۔؟"

"کیا بک رہی ہو۔!"

"یقین کیجئے وہ ایسا ہی ہے.... اگر مجھ سے شادی پر آمادہ ہو جائے تو میں دنیا کو ایک عجیب ترین نسل دے سکتی ہوں۔!"

"خبردار جو بے شرمی کی باتیں کیں۔!" کسی طرف سے آواز آئی اور شہزور اچھل پڑا۔

پھر وہ اندازہ لگانے کی کوشش کرنے لگا تھا کہ آواز کدھر سے آئی تھی۔

اچانک اس نے چیخ کر کہا۔ "سامنے آؤ.... ذلیل بلیک میلر تم نے میرے کتے کو مار ڈالا ہے۔ تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔؟"

لیکن بدستور سناٹا چھایا رہا۔ پھر شیلا زور سے ہنس پڑی تھی۔

"خاموش رہو....؟" شہزور غرایا۔ "کیا اس گاڑی کی چابی تمہارے پاس ہے۔!"

"ہے تو....؟"

"لاؤ.... مجھے دو....؟"

"اور اگر میں انکار کروں تو۔؟" شیلا نے کہا۔ عمران کی آواز سن لینے کے بعد وہ شیر ہو گئی تھی۔

"چابی لاؤ۔؟" وہ گاڑی کی چھت پر ہاتھ مار کر بولا۔

"ہائیں.... ہائیں.... ڈینٹ پڑ جائے گا....!" آواز پھر آئی.... دفعتاً شہزور مڑا تھا اور

کی جانب دوڑ لگا دی تھی۔

◆

عمران نے کھیل بگڑتے دیکھا تھا اور وہاں سے کھسک گیا تھا۔ لیکن رکنے کے لئے ایسی جگہ منتخب کی تھی جہاں سے چاروں طرف نظر رکھ سکتا۔ اس کے باوجود بھی اسے علم نہ ہو سکا کہ شہزور کس وقت ہوٹل کی حدود سے نکل گیا تھا۔ وہ تو شیلا دکھائی دی تھی اور وہ اس کے پیچھے چل پڑا تھا۔

اسے علم تھا کہ شیلا نے کہاں گاڑی کھڑی کی تھی.... وہ گاڑی ہی کی طرف جاتی دکھائی دی۔ اور پھر گاڑی کے قریب پہنچ کر وہ کسی سے گفتگو کرنے لگی تھی۔

عمران پیٹ کے بل رینگتا ہوا گاڑی کی طرف بڑھنے لگا کوشش کر رہا تھا کہ گاڑی کی دوسری طرف پہنچ جائے کہ اچانک کسی جانب سے ایک کتا غرا کر جھپٹ پڑا۔ پھر جتنی دیر میں عمران چاقو نکالتا کسی نے کتے کو ہدایات بھی دینی شروع کر دیں۔ اور پھر اس نے کسی عورت کی سی چیخ حلق سے نکالی تھی۔ اور ہدایات کا سلسلہ منقطع ہو گیا تھا۔ اور اتنی دیر میں وہ اس قابل ہو گیا کہ کتے کی آنتیں نکال باہر کرتا۔

فائر نہیں کرنا چاہتا تھا شہزور پر.... یہی تاثر قائم رکھنا چاہتا تھا کہ وہ تنہا ہے۔ فائر کر دینے کی صورت میں فیاض اور اس کے ماتحت یقینی طور پر دوڑ پڑتے اور شاید پھر کھیل بگڑ جاتا۔ کیونکہ شہزور تو چھلاوہ تھا!

شیلا اور اس کی گفتگو ہی سے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ شہزور کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا!

پھر اس نے دونوں کی گفتگو میں دخل اندازی کر کے اسے اس قدر تاؤ دلایا تھا کہ وہ آواز کی سمت دوڑ پڑا تھا۔

اور اب اُسے جو کچھ بھی کرنا تھا اس کے لئے پوری طرح تیار تھا۔ جیسے ہی شہزور قریب پہنچا اس نے لیٹے ہی لیٹے ٹانگ چلائی اور وہ اس پر سے قلابازی کھاتا ہوا دوسری طرف جا گرا۔

پھر عمران نے اُسے دوبارہ اٹھنے کا موقع نہ دیا۔ بڑی پھرتی سے اُس پر چھلانگ لگائی تھی اور دبوچ بیٹھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ کسی بچے کی طرح پرے جھٹک دیا گیا!

سر کے بل گرا ہوتا اگر حواس قائم نہ رکھتا۔

"خطرناک...!" اس نے دل میں کہا اور باقاعدہ زور آزمائی کا ارادہ ترک کر کے بغلی ہول سے ریوالور نکال لیا۔ وہ تو کسی آرنے بھینسے کی طرح طاقت ور بھی ثابت ہوا تھا!

"خبردار.... ریوالور کا رخ تمہاری ہی طرف ہے...!"

اس نے ڈپٹ کر کہا اور شہزور کے بڑھتے ہوئے قدم رک گئے!

لیکن دوسرے ہی لمحے میں اس کا حقارت آمیز قہقہہ سنائی دیا تھا!

"چوہے.... تو صرف چھ فائر کر سکے گا لیکن اس کے بعد کیا ہو گا...!"

"اس کے بعد تم چٹنی کھلاؤ گے...!" عمران بولا۔

"اس کے بعد بھی میں تیری ہڈیاں توڑ رہا ہوں گا.... فائر کر کے دیکھ لے...!"

"اچھا تو پھر دوسری صورت کیا ہو سکتی ہے...؟"

"تو مجھے بلیک میل نہیں کر سکتا! میں تجھے مار ڈالوں گا...!"

"بیوقوفی کی باتیں نہ کرو.... کیوں نہ ہم دوستوں کی طرح مل بیٹھیں۔ دراصل اب میں بھی بزنس کرنا چاہتا ہوں...!"

"بزنس کرنا چاہتا ہے تو یہاں پولیس کی موجودگی کا کیا مطلب ہے...؟"

"پولیس میری تلاش میں آئی تھی...!"

"بکواس ہے۔ میرا نام پولیس تک تیرے ہی توسط سے پہنچا ہے.... وہ بھی محض اس لئے ک میرے کچھ خاص آدمی تیرے قبضے میں ہیں.... ورنہ چند افراد کے علاوہ اور کوئی بھی میرے نا سے واقف نہیں ہے۔ کیپٹن فیاض نے میرا نام لیا تھا...!"

عمران نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر رہ گیا۔ فیاض کو اس نے محض اس لئے یہاں بلایا تھا کہ معاملہ سیکرٹ سروس سے متعلق نہیں تھا۔

"ان لوگوں کے اپنے ذرائع ہوں گے...!" اس نے کہا۔

"میں تسلیم نہیں کر سکتا...!"

"چلو.... تیسری صورت کیا ہو سکتی ہے...؟"

"صرف تیری موت...!"

"دراصل تمہاری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ حقیقتاً کیا کرنا چاہئے۔ اس لئے میرا مخلصانہ مشورہ ہے کہ اس وقت گھر جاؤ اور صبح تک سوچ کر مجھے مطلع کر دینا...!"

شہزور ہنس کر بولا۔ "مجھے چرانے چلا ہے لونڈے...!"

"اتنے پڑھے لکھے ہو کر ایسی گھٹیا زبان استعمال کرتے ہو...!"

"تیرا دماغ تو نہیں چل گیا.... اس پوزیشن میں اخلاقیات کا درس دینے چلا ہے...!"

"کیا مطلب...؟"

"علامہ صاحب! میں صرف آپ کے چہرے کا خول اتار دینا چاہتا ہوں...!" عمران نے ... لیکن اپنی اس حماقت پر اُسے سچ مچ پچھتانا پڑا تھا۔

شہزور نے کچھ اتنے غیر متوقع طور پر چھلانگ لگائی تھی کہ اُسے فائر کرنے کا بھی موقع نہ مل ریوالور بھی ہاتھ سے نکل گیا اور پہاڑ تو آ ہی گرا تھا!

اور پھر اس نے محسوس کیا کہ وہ اس کا گلا گھونٹ دینے کی فکر میں ہے۔

ٹھیک اسی وقت کسی گاڑی کے ہیڈ لیمپس کی روشنی ان پر پڑی تھی۔

شہزور کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی.... پھر کئی فائر ہوئے تھے اور شہزور اچھل کر ساحل کی طرف گا تھا!

غالباً فیاض ہی کی گاڑی تھی.... اور اس سے پھر حماقت سرزد ہوئی تھی۔

عمران اٹھ کر بے تحاشہ شہزور کے پیچھے دوڑا.... لیکن قبل اس کے کہ اس تک پہنچ سکتا نے پانی میں چھلانگ لگا دی! پھر عمران نے بھی قطعی غیر ارادی طور پر اس کی تقلید کی تھی۔

پانی ٹھہرا ہوا تھا کیونکہ یہاں چاروں طرف چٹانیں بکھری ہوئی تھیں!

اور وہ قسمت کا سکندر ہی تھا کہ سیدھا پانی ہی میں گرا تھا۔ اگر دو ڈھائی گز کا بھی فرق پڑتا تو پڑی کے درجنوں ٹکڑے ہو گئے ہوتے۔

شہزور کا آس پاس پتا نہیں تھا.... وہ بہ آہستگی تیرتا ہوا قریبی چٹان تک پہنچ گیا!

ٹھیک اسی وقت ایک فائر ہوا اور شعلہ سا لہراتا ہوا اس کے قریب سے گزر گیا!

اس نے بڑی پھرتی سے غوطہ لگایا تھا!

سطح پر ابھرے بغیر اسی طرف تیرنے لگا جدھر سے فائر ہوا تھا! ایک چٹان راہ میں حائل ہوئی

اور اس نے سطح پر تھوڑا سا سر ابھارا۔

شہزور پھر ہاتھ سے نکلا جارہا تھا۔ اس نے دیکھا کہ وہ خشکی پر پہنچ چکا ہے.... اس کنارے پر ساحل ڈھلوان تھا۔ عمران بے آواز تیرتا ہوا اس جانب بڑھا۔ اتنی دیر میں شہزور اوپر پہنچ کر نظروں سے اوجھل ہوچکا تھا۔

وہ بھی بدقت اوپر پہنچا کیونکہ بھیگے ہوئے جوتے ڈھلان پر پھسل رہے تھے۔ اوپر پہنچ کر چاروں طرف نظر دوڑائی تھی اور ایک جگہ بیٹھ کر ہانپنے لگا تھا۔

فیاض کا بھی کیا قصور ہے۔ اس نے سوچا غلطی خود اسی سے ہوئی تھی۔ بلایا تھا اسے تو پوری بات بتا دیتا۔ فیاض جیسے لوگوں سے محض اتنا ہی کہہ دینا کافی نہیں تھا کہ ہوٹل میں قدم نہ رکھے۔ بھلا کیوں نہ رکھے؟

"جہنم میں جائے!" وہ سر ہلا کر بڑبڑایا۔ "پہچانا جا چکا ہے بچ کر کہاں جائے گا۔!"

بائیں بازو میں ایک جگہ ایسی تکلیف ہو رہی تھی جیسے جلتی ہوئی سلاخ کھال سے ہڈی تک اتر گئی ہو۔ شاید کتے کے دانت لگ گئے تھے۔ اور سمندر کے کھارے پانی نے زخموں پر مزید ستم ڈھایا تھا۔ اس نے جیبیں ٹٹولیں۔ چاقو محفوظ تھا۔ ریوالور تو کھو ہی چکا تھا! چاقو کھول کر مٹھی میں دبایا۔ اور اٹھ کر تاروں کی چھاؤں میں پہنچا ہی تھا کہ عقب سے کسی کے چھینکنے کی آواز آئی.... جہاں تھا وہیں دھڑ سے زمین پر گر گیا اور تیزی سے آواز کی جانب کروٹ لی۔ نشیب کی ایک دراڑ سے کسی کا سر ابھرا تھا۔ پھر شانے دکھائی دیئے تھے۔

چاقو کے دستے پر عمران کی گرفت مضبوط ہوگئی تاریک اور قد آور ہیولی دراڑ سے برآمد ہو کر خود بھی عمران ہی کی طرح زمین پر گر گیا تھا.... لیکن عمران کی طرف آنے کی بجائے مغرب کی جانب رینگنے لگا۔

فاصلہ زیادہ نہیں تھا۔ عمران کسی سانپ کی طرح پلٹا تھا اور اس پر جا پڑا تھا۔

چاقو کا پھل اس کے بازو میں اترتا چلا گیا!

شاید اسی ہاتھ میں ریوالور بھی تھا۔ اضطراب ہی میں ٹریگر دب گیا تھا۔ فائر کی آواز سناٹے میں گونجی۔

ساتھ ہی پولیس والوں کی سیٹیاں بھی فضا میں چکرانے لگیں تھیں۔ غالباً فیاض نے مق

ی طلب کرلئے تھے۔

شہزور غراتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا اور ایک بار پھر عمران نہتا ہو گیا تھا.... پتہ نہیں چاقو شہزور بازو ہی میں پیوست رہ گیا تھا۔ یا وہیں کہیں گر گیا تھا۔

ویسے عمران نے محسوس کیا کہ شہزور بھی اب خالی ہاتھ ہی ہے۔

دونوں آپس میں گتھے ہوئے وحشیانہ انداز میں ایک دوسرے کو نوچ کھسوٹ رہے۔ اسی ران میں اس کے بال عمران کے ہاتھوں میں آگئے اور اس نے زور جو لگایا تو ایسا معلوم ہوا جیسے وہ ی کھال سمیت اکھڑتے چلے آئے ہوں۔

اچانک پھر کسی گاڑی کی روشنی ان پر پڑی اور شہزور عمران کو اچھال پھینکنے کی کوشش میں خود اروں خانے چت گرا۔

گاڑی کی روشنی پوری طرح انہی دونوں پر پڑ رہی تھی۔ شہزور نے اٹھ بیٹھنا چاہا تھا کہ اچانک کا کھویا ہوا ریوالور ہاتھ آ گیا۔

عمران پہلے ہی دیکھ چکا تھا اس لئے شہزور کو فائر کرنے کا موقع نہ مل سکا! اس نے بایاں پیر الور والے ہاتھ پر رکھ دیا تھا اور داہنے سے ٹھوڑی پر ٹھوکر رسید کی تھی۔

ایک کریہہ سی آواز اس کے حلق سے برآمد ہوئی۔ اور دانت نکل پڑے۔

"خدا کی پناہ.... یہ تو علامہ ہے!" عقب سے فیاض کی آواز آئی۔

اب متعدد ٹارچوں کی روشنیاں ان پر پڑ رہی تھیں.... علامہ کی آنکھیں بند ہوگئی تھیں۔ پتا ن رہا تھا۔ یا سچ مچ بے ہوش ہو گیا تھا۔

"اور شہزور وہ رہا....!" عمران نے بالوں کے ڈھیر کی طرف اشارہ کیا تھا۔

شیلا بھی ان کے ساتھ تھی.... دوڑ کر عمران سے لپٹ گئی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

علامہ کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال دی گئی تھیں۔

"رونے دھونے سے کیا فائدہ....؟" عمران اس کے سر پر ہاتھ پھیرتا ہوا بولا "اب چل کر ایسا ڈاکٹر تلاش کرو جو کتے کے کاٹنے کا ٹیکہ لگاتا ہو ورنہ میں تھوڑی دیر بعد تمہارے ہی قول مطابق بھونکنا شروع کردوں گا۔"

افق میں صبح کی سپیدی نمودار ہونے لگی تھی۔

* * *

دوپہر کو رحمٰن صاحب کے طلب کرنے پر وہ ان کے آفس پہنچا تھا۔ انہوں نے اطلاع دی کہ علامہ یا تو بن رہا ہے یا سچ مچ پاگل ہو گیا ہے اگلے ہی کی حوالات میں اسے رکھا گیا تھا۔

فیاض کے ساتھ وہ حوالات کی طرف روانہ ہوا تھا۔ اور فیاض کا یہ عالم تھا جیسے اس نے تو عمران نے ایک ہی لوکا سے جنم لیا ہو۔

"عجیب چیز ہے یہ علامہ بھی.....!" اس نے کہا۔ "بالکل کسی پانچ یا چھ سال کے بچے کی سی آواز میں چیختا رہتا ہے۔!"

عمران چلتے چلتے رک گیا۔ دفعتاً اس کے چہرے کی رنگت بدل گئی تھی.....!

"یقین کرو..... وہ علامہ کی پاٹ دار آواز نہیں ہے۔ کسی بچے کی آواز ہے۔!" فیاض نے کہا

عمران نے تیزی سے حوالات کی طرف قدم بڑھائے تھے۔ ذہن میں آندھیاں اٹھ رہی تھیں۔ اور پہلی بار احساس ہوا تھا کہ وہ کیا کر بیٹھا ہے اس دوران میں وہ صرف فیاض کی آواز سنتا رہا تھا۔ اس کا دھیان نہیں تھا کہ وہ کیا کہہ رہا تھا۔

حوالات کے کٹہرے کے قریب پہنچ کر اس نے علامہ کو زمین پر اوندھے پڑے دیکھا۔ اس نے اسے آواز دی تھی۔

علامہ نے اسے سر اٹھا کر دیکھا تھا۔ لیکن اس کی آنکھوں میں شناسائی کی ہلکی سی جھلک بھی نہ دکھائی دی۔ ان میں ایسی ہی لاتعلقی پائی جاتی تھی جیسے کسی چوپائے نے آنکھ اٹھا کر انہیں دیکھ لیا ہو۔

پھر اچانک وہ چیخنے لگا تھا "ماں.....ماں.....بابا.....بابا.....میرے بابا.....!"

آواز سچ مچ کسی پانچ یا چھ سال کے بچے کی سی تھی۔

"کمال کی آواز بدلتا ہے۔!" فیاض ہنس کر بولا۔ "شمشیر ور اور اس کی اصل آواز میں کتنا فرق تھا۔!"

عمران کچھ نہ بولا۔ اس کا تالو خشک ہوا جا رہا تھا حلق میں کانٹے سے پڑنے لگے تھے۔

علامہ پھر اسی انداز میں ماں اور بابا کو پکارنے لگا۔ پھر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا تھا۔!

"چلو.....!" عمران واپسی کے لئے مڑتا ہوا بولا۔

فیاض اسے حیرت سے دیکھتا ہوا اس کے پیچھے چلنے لگا باہر نکل کر عمران بولا تھا۔ "یہ بن نہیں رہا..... ذہنی طور پر ماضی میں لوٹ گیا ہے۔ بعض صدمے ایسے ہی ہوتے ہیں..... شاید اسی لئے زندہ تھا کہ ان میں سے آخری آدمی کا بھی خاتمہ کر دے۔ لیکن نہ کر سکا۔!"

"کہاں کی ہانک رہے ہو۔!"

"تم کچھ بھی نہیں جانتے۔!"

"کیا نہیں جانتا۔!"

"علامہ کی پچھلی زندگی کے بارے میں۔!"

"بہت زیادہ سنجیدہ ہو رہے ہو۔!"

"ہم سب درندے ہیں مائی ڈیئر فیاض..... اب سب کچھ سامنے آجائے گا۔ باقاعدہ پوری رپورٹ تیار کر کے تمہارے حوالے کر دوں گا۔ جسے عدالت میں پیش کر سکو گے۔ لیکن اس شخص کے لئے میرا دل رو رہا ہے..... کاش اس کے انتقامی جذبے نے انفرادی رنگ اختیار کرنے کی بجائے ایسی تحریکوں کا ساتھ دیا ہوتا جو ظلم اور جبر کے نظام کو مٹا دینے کے لئے کام کر رہی ہیں۔!"

"کہیں میں بے ہوش نہ ہو جاؤں۔ تمہیں سنجیدہ دیکھ کر.....!" فیاض کھوکھلی سی ہنسی کے ساتھ بولا تھا۔

عمران کے ہونٹ سختی سے بھنچے ہوئے تھے۔ اور وہ اپنی گاڑی کی طرف بڑھا جا رہا تھا۔

فیاض وہیں کھڑا اسے دیکھتا رہا۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سے تاثرات تھے۔!

﴿تمام شد﴾